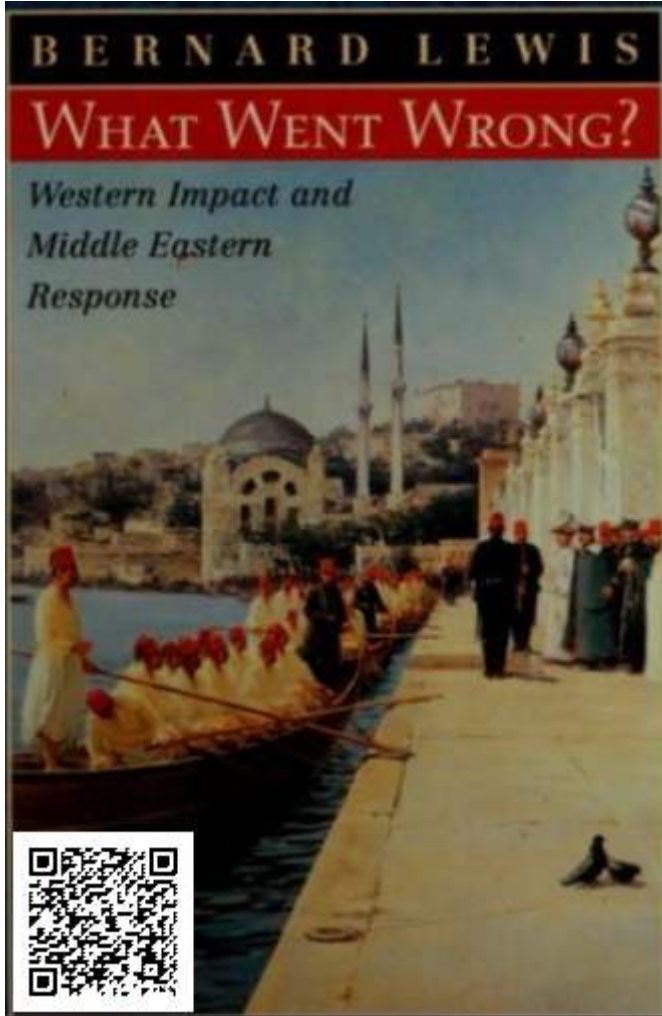


کیا غلط ہوا؟
تبصرہ و اقتباسات



A5 Pages 57, Font17, Words13545, Reading time 57 Mins , File 761 KB
For a mobile-friendly reading experience try: <https://bit.ly/eBooks-Reader>

کیا غلط ہوا؟

برنارڈ لیوس

ترجمہ

<https://bit.ly/WhatWentWrong-UrduPdf>

Review & Excerpts from Book What went wrong? By Bernard Lewis

<https://bit.ly/WhatWentWrong-Pdf> <More>

Full Book: <https://archive.org/details/whatwentwrongwes00lewi>

نوٹ : مشینی ترجمہ کی غلطیوں کو نظر انداز کریں، اصل انگریزی سکریپٹ لنک پر۔ برنارڈ لیوس ایک مسلم دشمن سکالر تھا جس نے بدنام زمانہ "برنارڈ لیوس پلان" بنایا جس کے مطابق مشرق وسطیٰ اور اسلامی ممالک بشمول پاکستان کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا ہے۔ حالات ثابت کرتے ہیں کہ اس مذموم پلان پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ مخالف نقطہ نظر سے آگاہی ضروری ہے تاکہ سدباب کیا جا سکے!
مصنف اپنے خیالات کا خود ذمہ دار ہے

اگر آپ دشمن کو جانتے ہیں اور اپنے آپ کو جانتے ہیں تو ، آپ کو سو لڑائیوں کے نتیجے سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو جانتے ہیں لیکن دشمن کو نہیں جانتے ہیں تو ، ہر فتح کے لیے آپ کو ایک شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر آپ نہ تو دشمن کو جانتے ہیں اور نہ ہی اپنے آپ کو ، آپ ہر جنگ میں شکست کھائیں گے۔۔
[سن ترو : جنگ کا آرٹ]

فہرست

4	جائزہ-1
6	جائزہ-2
8	برنارڈ لیوس
9	تمہید :
14	مسلمانوں کا زوال: ایک وجہ مغرب سے کنارہ کشی
19	مشرقی زبانیں
20	بات چیت اور کافروں سے سیکھنا
25	قانون
25	تعلیم
26	مغرب کے زیر
35	سیکولرازم
38	اسلام کے دشمن؟
38	دہشت گردی کا نظریہ
39	علماء (clergy) کا کردار
41	اسلام ایک تھیوکراسی نہیں ہو سکتا تھا
41	جبر
43	ریاست کے ذریعہ مذہب کا استعمال
44	جدید مشرق وسطیٰ
45	جدیدیت سلطان حمید دوم
45	تاریخ
48	پرنٹنگ پریس: 3 صدیوں کی تاخیر
48	مترجم

49
54
55
56

تبادلے
تلاش کے بعد
Videos:

متعلقہ مزید کتب و مضامین

متعلقہ مزید اہم کتب و مضامین

1. [Quranic Odyssey: Reflections](#) ماضی تا حال - قرآنی سفر کے مظاہر
2. **What went wrong?** <https://bit.ly/WhatWentWrong-Pdf>
Full Book: <https://archive.org/details/whatwentwrongwes00lewi>
3. [Bernard Lewis, Zionists and Western Plans to Carve up the Middle East and Pakistan. How to Counter these Plans?:](#) <https://SalaamOne.com/bernard-lewis-plan>
4. [The Greater Israel: Oded Yinon Plan. How to Counter it?](#)
5. [Muslim Downfall](#) امت مسلمہ مسلسل زوال پزیر کیوں؟
6. [Rise and fall of Nations Law of Quran](#) قرآن کا قانون عروج و زوال اقوام
7. [The Christian Zionism](#)
8. [بین القوامی سازشوں ، جنگوں اور فساد کی جڑ - صیہونی مسیحیت](#)

ایمیزان کی طرف سے:

صدیوں سے، عالم اسلام انسانی کامیابیوں میں سب سے آگے تھا -- دنیا کی سب سے بڑی فوجی اور اقتصادی طاقت، تہذیب کے فنون اور علوم میں رہنما۔ عیسائی یورپ کو بربریت اور کفر کے ایک بیرونی اندھیرے کے طور پر دیکھا جاتا تھا جہاں سے سیکھنے یا ڈرنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اور پھر سب کچھ بدل گیا۔ مغرب نے فتح کے بعد فتح حاصل کی، پہلے

میدان جنگ میں اور پھرتجارت میں۔ اس تحریر میں، برنارڈ لیوس، ایک معروف اتھارٹی ایک اسلامی امور، اسلامی دنیا کے غمزدہ ردعمل کا جائزہ لیتے ہیں کیونکہ اس نے یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ اس پر مغرب کس طرح غالب، زیر سایہ اور غلبہ پا چکا ہے۔ ہنگامہ خیز ثقافت کی ایک دلچسپ تصویر میں، لیوس دکھاتا ہے کہ کس طرح مشرق وسطیٰ نے یورپی ہتھیاروں، صنعت، حکومت، تعلیم اور ثقافت کو سمجھنے کی طرف توجہ دی۔ وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ کس طرح مشرق وسطیٰ کے کچھ لوگوں نے قربانی کے بکروں کی ایک سیریز پر الزام لگایا، جبکہ دوسروں نے یہ نہیں پوچھا کہ "یہ ہمارے ساتھ کس نے کیا؟" بلکہ "ہم کہاں غلط ہو گئے؟" ایک نئے آفٹر ورڈ کے ساتھ جو 11 ستمبر اور اس کے بعد کے حالات کو بیان کرتا ہے، کیا غلط ہوا؟ ایک فوری اور قابل رسائی کتاب ہے جسے عصری امور سے متعلق کوئی بھی شخص یاد نہیں کرنا چاہے گا (208 صفحات)

<https://www.amazon.com/What-Went-Wrong-Between-Modernity/dp/0060516054>

جائزہ-1

"کیا غلط ہوا؟" برنارڈ لیوس کی طرف سے مسلم دنیا کو درپیش تاریخی اور عصری چیلنجوں کا ایک فکر انگیز اور بصیرت انگیز امتحان ہے۔ یہ کتاب اسلامی دنیا اور مغرب کے

درمیان پیچیدہ اور اکثر ہنگامہ خیز تعلقات کو بیان کرتی ہے، جس میں اسلامی تہذیب کے زوال اور مغربی تسلط کے عروج کی وجوہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مشرق وسطیٰ اور اسلامی تاریخ کے مشہور سکالر لیوس Lewis اس کام میں اپنے وسیع علم اور مہارت کو سامنے لاتے ہیں۔ کتاب کو کئی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جو سلطنت عثمانیہ سے لے کر آج تک پھیلے ہوئے مغرب کے ساتھ مسلم دنیا کے تعامل کے مختلف پہلوؤں کو تلاش کرتے ہیں۔ لیوس نے مسلم دنیا کو درپیش چیلنجز، جیسے سیاسی اور معاشی جمود، سماجی اور ثقافتی حرکیات، اور نوآبادیات کے اثرات میں اہم کردار ادا کرنے والے مختلف اہم عوامل کو احتیاط کے ساتھ تحلیل کیا۔

"کیا غلط ہوا؟" ایک تاریخی سیاق و سباق اور باریک تجزیہ فراہم کرنے کی لیوس کی صلاحیت ہے۔ انہوں نے مسلم دنیا کی مشکلات کی تاریخی جڑوں کو تلاش کیا، زوال کے طویل راستے اور اس کے پیچھے کی وجوہات کو ظاہر کیا۔ جو کہ اکثر مسلم سکالرز شخصیات کی تعظیم میں کھو کر بھول جاتے ہیں۔ یہ تاریخی تناظر قارئین کو خطے کی پیچیدگیوں اور مغرب کے ساتھ اس کے تعلقات کو سمجھنے کی صلاحیت دیتا ہے۔ اس کتاب میں یورپی استعمار کے اثرات اور اس کے نتیجے میں کئی مسلم اکثریتی ممالک میں آزادی کی جدوجہد پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ نوآبادیاتی حکمرانی سے آزاد ریاست کی طرف منتقلی کے دوران ان قوموں کو درپیش چیلنجز کی لیوس کی تصویر کشی خاص طور پر بصیرت انگیز ہے۔

تاہم، "کیا غلط ہوا؟" اس تنقید کے بغیر نہیں ہے۔ یہ دلیل ممکن ہے کہ لیوس کا نقطہ نظر مسلم دنیا کے اندر پیچیدہ مسائل کو زیادہ آسان کر سکتا ہے۔ ناقدین یہ بھی تجویز کرتے ہیں کہ کتاب کا عنوان، "کیا غلط ہوا؟"، مسلم دنیا کے مسائل کے بارے میں ایک ایک سنگی نظریہ کا اشارہ ہو سکتا ہے، جو اس طرح کے متنوع اور کثیر جہتی خطے پر بحث کرتے وقت پریشانی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ حقیقت کا سامنا کریں اور ماضی سے نکل کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوں اور اس طرح سے دوسروں کے ساتھ مل کر اور مل جل کر دنیا میں عزت کی زندگی حاصل کرنا، دنیا اور مغرب کو مسلم فکر و عمل کی دعوت کی طاقت سے زیر کریں، سائبر سپیس کا میدان بہت وسیع ہے اور مواقع لا محدود! (بریگیڈیئر آفتاب خان)

جائزہ-2

"کیا غلط ہوا؟" برنارڈ لیوس کی لکھی گئی ایک کتاب ہے جس میں اسلامی دنیا کے زوال کے اسباب اور مغربی اثرات پر اس کے ردعمل کو تلاش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب 2002 میں 9/11 کے واقعات سے پہلے شائع ہوئی تھی، اور مغرب اور اسلامی دنیا کے درمیان تعلقات کے تجزیے کے لیے اس کی تعریف اور تنقید دونوں کی گئی تھی۔

وکٹوریہ اسٹوڈن (Victoria Stodden) کے ایک جائزے کے مطابق، لیوس کی کتاب اس بات کی وضاحت پیش کرتی ہے کہ مسلمان سیاسیات اور آئینی قانون کو مغرب والوں سے کس طرح مختلف دیکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے، مقدس

قانون (شریعت) حکمران کے کردار اور مومنین (اس کی رعایا) کے ساتھ اس کے تعلقات کو بیان کرتا ہے۔ حکومتوں کا جائزہ لینے کے لیے عام مغربی میٹرک (metric) (آزادی سے لے کر ظلم تک کے پیمانے پر) کو یہاں غلط جگہ دی گئی ہے کیونکہ آزادی مشرق وسطیٰ کے تناظر میں ایک قانونی اصطلاح ہے، مغرب میں استعمال ہونے والی سیاسی اصطلاح نہیں۔ ظلم کا مفہوم انصاف ہے نہ کہ آزادی، اور انصاف کا مطلب یہ ہے کہ حاکم حق سے ہے نہ کہ غاصبانہ اور یہ کہ وہ خدا کے قانون کے مطابق حکومت کرتا ہے، جو کہ عام طور پر من مانی اور مشاورتی حکومت کے درمیان ایک طیف پر آتا ہے (arbitrary and consultative government)۔ لیوس نے نوٹ کیا کہ قرآن پاک میں اس مؤخر الذکر مسئلے کی اچھی طرح وضاحت نہیں کی گئی ہے، اور اس طرح بحث ہوتی ہے، لیکن مستند غیر مشاورتی حکومت کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایک ایسے حکمران کی طرف سے بھی جسے جائز تسلیم کیا جاتا ہے۔

کتاب کا دیگر اشاعتوں جیسے ² The Guardian اور ³ Kirkus Reviews نے بھی جائزہ لیا ہے۔ تاہم، مجھے کوئی ایسا جائزہ نہیں ملا جو واضح طور پر اس بات پر بحث کرتا ہو کہ برنارڈ لیوس کی کتاب میں کیا غلط ہوا ہے۔

Source:

(1) Book Review: "What Went Wrong" by Bernard Lewis.

<https://archive.blogs.harvard.edu/idblog/2008/03/15/book-review-what-went-wrong-by-bernard-lewis/>

(2) Passports to paradise | History books | The Guardian.

<https://www.theguardian.com/books/2001/sep/22/historybooks.highereducation>

(3) ISLAM AND THE WEST | Kirkus Reviews.

<https://www.kirkusreviews.com/book-reviews/bernard-lewis/islam-and-the-west/>

(4) The Muslim Discovery of Europe by Bernard Lewis | Goodreads.

https://www.goodreads.com/book/show/137632.The_Muslim_Discovery_of_Europe

(5) Islam and the West by Bernard Lewis | Goodreads.

https://www.goodreads.com/book/show/229852.Islam_and_the_West

برنارڈ لیوس

برنارڈ لیوس ، ایف بی اے (31 مئی 1916 - 19 مئی 2018) مشرقی علوم میں مہارت رکھنے والا ایک برطانوی امریکی تاریخ دان تھا۔ وہ عوامی دانشور اور سیاسی مبصر کے طور پر بھی جانا جاتا تھا۔ لیوس ، پرنسٹن یونیورسٹی میں نیور ایسٹرن اسٹڈیز کے کلیولینڈ ای ڈوج پروفیسر ایمریٹس تھے۔ لیوس کی مہارت اسلام اور مغرب کے مابین اسلام کی تاریخ میں تھی۔ سلطنت عثمانیہ کی تاریخ پر ان کے کارناموں کے لئے انہیں علمی حلقوں میں بھی جانا جاتا تھا۔

لیوس نے دوسری عالمی جنگ کے دوران دفتر خارجہ سے فارغ ہونے سے قبل برطانوی فوج میں رائل آرمڈ کور اور انٹلیجنس کور میں بطور سپاہی خدمات انجام دیں۔ جنگ کے بعد ، وہ لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقی مطالعات میں واپس آئے اور قریب اور مشرق وسطیٰ کی تاریخ میں نئی کرسی پر مقرر ہوئے۔

بالترتیب 2007 اور 1999 میں ، لیوس کو "مشرق وسطیٰ کا مغرب کا سب سے اہم ترجمان" اور "اسلام اور مشرق وسطیٰ کا سب سے زیادہ مؤثر مابعد مؤرخ" کہا جاتا تھا۔ بش انتظامیہ سمیت نو نو محافظ پالیسی سازوں کے ذریعہ اس کے مشورے کثرت سے ڈھونڈتے تھے۔ تاہم ، اس کے بعد سے جنگِ عراق

اور نو محافظ نظریات کے بارے میں ان کی حمایت چہاں بین کے تحت آئی ہے۔

لیوس ایڈورڈ سید کے ساتھ اپنی عوامی مباحثے کے لئے بھی قابل ذکر تھا ، جس نے لیوس اور دیگر مستشرقین پر اسلام کو غلط انداز میں پیش کرنے اور سامراجی تسلط کے مقاصد کی خدمت کا الزام عائد کیا تھا ، جس کا جواب لیوس نے اورینٹل ازم کو انسانیت کے پہلو کے طور پر دفاع کرتے ہوئے کیا اور اس موضوع پر سیاست کرنے کا الزام لگایا۔ لیوس نے استدلال کیا کہ آرمینی نسل کشی کی ہلاکت کا نتیجہ دو قوم پرست تحریکوں کے مابین جدوجہد کا نتیجہ ہے اور اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ عثمانی حکومت کی طرف سے آرمینی قوم کو ختم کرنے کے ارادے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ان خیالات نے لیوس پر نسل کشی کے انکار کا الزام لگانے کے لئے متعدد علماء کو اکسایا اور اس کے نتیجے میں فرانسیسی عدالت میں ان کے خلاف کامیاب قانونی مقدمہ چلا۔

تمہید :

صدیوں سے ، عالم اسلام انسانیت کے حصول میں سب سے آگے تھا - جو دنیا کی سب سے اولین فوجی اور معاشی طاقت ، تہذیب کے فنون لطیفہ اور سائنس میں پیش پیش تھا۔ مسیحی یورپ کو بربریت اور کفر کے بیرونی اندھیرے کے طور پر دیکھا جاتا تھا جہاں سے سیکھنے اور نہ ڈرنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ اور پھر سب کچھ بدل گیا۔ مغرب نے فتح کے بعد پہلے میدان جنگ میں اور پھر بازار میں فتح حاصل کی۔

اس تحریری حجم میں ، برنارڈ لیوس ، ایک نامور اتھارٹی جو ایک اسلامی امور ہے ، عالم اسلام کے غمزدہ ردعمل کی جانچ پڑتال کرتا ہے کیونکہ اس نے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ مغرب کا کس طرح مغلوب ہو گیا ، مغلوب ہو گیا اور اس کا غلبہ ہو گیا۔ ہنگامہ آرائی کی ایک ثقافت کے دلکش تصویر میں ، لیوس نے بتایا کہ کس طرح مشرق وسطیٰ نے اپنی توجہ یورپی ہتھیاروں ، صنعت ، حکومت ، تعلیم اور ثقافت کو سمجھنے کی طرف موڑ دی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح مشرق وسطیٰ کے کچھ لوگوں نے قربانی کے بکروں کی ایک سیریز پر الزام عائد کیا ، جبکہ دوسروں نے یہ نہیں پوچھا کہ "ہمارے ساتھ یہ کس نے کیا؟" لیکن بجائے "ہم کہاں غلط ہو گئے؟"

ایک نئے افورڈ کے ساتھ جو 11 ستمبر کو خطاب کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں ، کیا غلط ہوا؟ ایک فوری ، قابل رسائی کتاب ہے جس کو عصری امور سے وابستہ کوئی بھی فراموش نہیں کرنا چاہتا ہے۔

کیا غلط ہوا؟ ویسٹرن امپیکٹ اور مڈل ایسٹرن رسپانس ، برنارڈ لیوس کی ایک کتاب ہے جنوری 2002 میں ، 11 ستمبر کو ہونے والے دہشت گردی کے حملے کے فوراً بعد جاری کی گئی تھی ، لیکن اس سے کچھ پہلے ہی لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا مرکز جنوری 2002 میں بحر اوقیانوس کے ماہنامہ میں شائع ہونے والے مضمون کے طور پر شائع ہوا تھا کتاب کا مقالہ یہ ہے کہ حالیہ تاریخ کے دوران ، خاص طور پر 1683 میں ویانا کے دوسرے عثمانی محاصرے کی ناکامی کے ساتھ شروع ہوا ، اسلامی دنیا جدید بنانے میں ناکام رہی

ہے یا مغربی دنیا کے ساتھ متعدد معاملات میں تسلسل برقرار رکھنا ، اور یہ کہ اس اسلامی دنیا میں بہت سے لوگوں نے اس ناکامی کو دیکھا ہے کیونکہ مغربی طاقتوں کو ان علاقوں پر غلبہ حاصل کرنے کا ایک تباہ کن مقام حاصل کرنے کی اجازت دی ہے۔

کئی صدیوں سے عالم اسلام انسانی تہذیب اور کارنامے کے پیش نظر تھا۔ مسلمانوں کے اپنے خیال میں ، اسلام واقعتاً civilization تہذیب کے ساتھ خود ساختہ تھا ، اور اس کی سرحدوں سے باہر صرف وحشی اور کافر ہی تھے۔ خود اور دوسرے کے اس تاثر کو سب سے زیادہ اگر یونان ، روم ، ہندوستان ، چین ، اور دیگر تہذیبوں نے محسوس نہیں کیا تو حالیہ مثالوں میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ عہد قدیم کے زوال اور جدیدیت کے طلوع فجر کے درمیان دور میں ، یعنی صدیوں میں جو یورپی تاریخ میں قرون وسطی کے نام سے منسوب تھا ، اسلامی دعوی جواز کے بغیر نہیں تھا۔ مسلمان یقیناً aware جانتے تھے کہ چین میں ، ہندوستان میں ، مسیحی میں ، کم و بیش معاشرتی معاشرے موجود تھے۔

لیکن چین دور دراز اور بہت کم جانا جاتا تھا۔ ہندوستان محکوم اور اسلام پسندی کے عمل میں تھا۔ عیسائیت کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی ، اس میں عالم اسلام اور عالمی طاقت کے طور پر اسلام کا واحد سنگین حریف تشکیل پایا۔ لیکن مسلم خیال میں ، حتمی اسلامی وحی کے ذریعہ ایمان کو ختم کر دیا گیا ، اور اسلام کی عظیم الہی ، ہدایت یافتہ طاقت کے ذریعہ مستقل طور پر اقتدار پر قابو پایا جا رہا تھا۔

ساتویں صدی کے دوران ، عرب کی طرف سے پیش قدمی کرنے والی مسلمان فوجوں نے شام ، فلسطین ، مصر اور شمالی افریقہ کو فتح کیا ، یہ تمام اس وقت تک عیسائیت کے حصے تک تھا ، اور ایران اور عرب کے مغرب میں ، بیشتر نئی بھرتی ہونے والے افراد اسلام سے تبدیل ہوئے تھے عیسائیت۔ آٹھویں صدی میں ، شمالی افریقہ میں ان کے اڈوں سے ، عرب مسلم افواج ، اب بربر کنورٹس کے ساتھ مل کر ، اسپین اور پرتگال پر فتح حاصل کی اور فرانس پر حملہ کیا۔ نویں صدی میں انہوں نے سسلی کو فتح کیا اور اطالوی سرزمین پر حملہ کیا۔ 846 6 عیسوی میں سسلی سے بحری بحری سفر یہاں تک کہ دریائے ٹائبر میں داخل ہوا ، اور عرب افواج نے آسٹیا اور روم کو بے دخل کر دیا۔ اس نے ایک مؤثر مسیحی جوابی کارروائی کو منظم کرنے کی پہلی کوششوں کو اکسایا۔ اس مقدس سرزمین کی بازیابی کے لئے مہمات کا ایک نتیجہ ، جسے صلیبی جنگ کے نام سے جانا جاتا ہے ، ناکامی اور ملک بدر ہوئے۔

یورپ میں ، عیسائی بازو زیادہ کامیاب تھے۔ گیارہویں صدی کے آخر تک مسلمانوں کو سسلی سے بے دخل کر دیا گیا تھا ، اور 1492 میں ، اسپین میں پہلی مسلمان لینڈنگ کے لگ بھگ آٹھ صدیوں کے بعد ، فتح کے لئے طویل جدوجہد فتح پر اختتام پذیر ہوئی ، جس سے افریقہ پر عیسائی حملے کا راستہ کھل گیا اور ایشیا لیکن اس دوران یورپی عیسائی کو دوسرے مسلمان خطرہ تھے۔ مشرق میں ، 1237 اور 1240 عیسوی کے درمیان ، گولڈن ہارڈ کے تاتاروں نے روس کو فتح کیا۔ سن 1252 میں خان آف دی گولڈن ہارڈ اور اس کے لوگوں

نے اسلام قبول کیا۔ روس ، مشرقی یورپ کا بیشتر حصہ ، مسلم حکمرانی سے مشروط تھا ، اور پندرہویں صدی کے آخر تک روسیوں نے اپنے ملک کو تاتر جوک کہنے سے آخرکار آزاد نہیں کیا تھا۔ "اسی اثنا میں مسلم حملے کی ایک تیسری لہر شروع ہوگئی تھی ، عثمانی ترکوں میں سے ، جنہوں نے اناطولیہ کو فتح کیا ، قسطنطنیہ کے قدیم عیسائی شہر پر قبضہ کیا ، جزیرہ نما بلقان پر حملہ کیا اور نوآبادیاتی قبضہ کر لیا ، اور دو مرتبہ ویانا تک پہنچنے والے یورپ کے دل کو خطرہ بنایا۔

اسلامی طاقت کے عروج پر ، یہاں ایک ہی تہذیب موجود تھی جو سطح ، معیار اور مختلف قسم کے حصول میں موازنہ تھی۔ وہ یقیناً چین تھا۔ لیکن چینی تہذیب بنیادی طور پر مقامی ، ایک خطے ، مشرقی ایشیا اور ایک نسلی گروہ تک محدود رہی۔ اس کے برعکس اسلام نے ایک عالمی تہذیب ، کثیر الثانی ، کثیر الثقافتی ، بین الاقوامی تشکیل دی ، یہاں تک کہ کوئی بین البراعظمی بھی کہہ سکتا ہے۔

صدیوں سے مسلمانوں کا عالمی نظریہ اور خود نظریہ اچھی طرح سے گراؤنڈ لگا۔ اسلام زمین پر سب سے بڑی فوجی طاقت کی نمائندگی کرتا تھا۔ اسی وقت اس کی فوجیں ، یورپ اور افریقہ ، ہندوستان اور چین پر حملہ کر رہی تھیں۔ ایشیاء ، یورپ اور افریقہ میں تجارت اور مواصلات کے ایک دور دراز نیٹ ورک کے ذریعے وسیع پیمانے پر اجناس کی تجارت ، یہ دنیا کی اہم معاشی طاقت تھی۔

تہذیب کے فنون لطیفہ اور سائنس میں اسلام نے انسانی تاریخ میں اب تک سب سے اونچا مقام حاصل کیا ہے۔ قدیم مشرق وسطیٰ ، یونان اور فارس کے علم و ہنر کو حاصل کرتے ہوئے ، اس نے ان کو باہر سے نئی اور اہم ایجادات میں شامل کیا ، جیسے چین سے کاغذ کا استعمال اور تیاری اور ہندوستان سے اعشاریہ اعدادوشمار کی تعداد۔ ایک یا دوسرے کے بغیر جدید ادب یا سائنس کا تصور کرنا مشکل ہے۔

مسلمانوں کے زوال: ایک وجہ مغرب سے کنارہ کشی

اٹھارہویں صدی کے اختتام سے قبل ترک ، ایرانیوں اور دیگر مشرق وسطیٰ کے لوگوں کو مغرب کی براہ راست مشاہدہ کرنے کے لئے بہت کم موقع ملا تھا جس سے دور دراز سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ مواقع جو مغرب کے لوگوں نے مشرق میں اس دور میں بھی لطف اٹھائے تھے جب مغرب پر مادی اور ثقافتی لحاظ سے کمتر تھا۔ رابطے بنیادی طور پر تین شعبوں میں ہوتے ہیں۔ ڈپلومیسی ، تجارت اور جنگ۔ لیکن جب کہ ابتدائی دور سے ہی یورپی طاقتوں نے دفاتروں ، پھر قونصل خانوں اور بالآخر مشرق میں سفارت خانوں کو برقرار رکھا ، مشرقی طاقتوں نے اس طرز عمل پر عمل نہیں کیا اور صرف نادر اور مختصر خصوصی مشن بھیجے۔

تجارت میں بھی اسی طرح کا فرق دیکھا جاسکتا ہے۔ مغربی تاجروں نے بڑے پیمانے پر اور ، پوری طرح ، آزادانہ طور پر مسلم سرزمینوں میں سفر کیا۔ مشرق وسطیٰ کے تاجر عام طور پر مغرب میں سفر نہیں کرتے تھے۔ مسلمانوں کو غیر

مسلم سرزمین پر جانے کے لئے بے حد ہچکچاہٹ محسوس ہوئی تھی ، اور مغرب والے نہیں چاہتے تھے کہ وہ آئیں۔ مثال کے طور پر ، جب وینس میں ترک تاجروں کے لئے ایک سرائے اور گودام قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تو ، وینیشین ریاست کی کونسلوں میں ایک لمبی اور پریشانی سے بحث ہوئی ، چاہے ترکوں کو اس طرح کا مرکز بنانے کی اجازت دی جائے۔ وینس کے لئے ترکی کی تجارت کی اہمیت واضح تھی اور استنبول اور ترکی کے دوسرے شہروں میں وینیشین کے تاجروں کو اچھی طرح سے قید کر لیا گیا۔ لیکن اس تجویز کی منظوری سے قبل سخت اعتراضات تھے۔ ایک دلیل یہ بھی تھی کہ یہودیوں اور پروٹسٹینٹوں کے ہونے سے بھی زیادہ خراب ہوگا ، کیونکہ یہودیوں کے برعکس ، ترکوں کے پاس فوج اور بحریہ موجود تھا ، لہذا واقعی یہ خطرناک تھے۔ کبھی کبھی ، جب ترکوں نے اپنا ایک سفیر کسی یورپی حکمران کو بھیجا تو ، اس ملک میں جہاں وہ جا رہا تھا ، اور یہاں تک کہ جن ممالک سے وہ گزرتا ہے ، میں بھی اس طرح کے سفیروں کو جانے کی اجازت دی جانی چاہئے یا نہیں ، اس پر بے چین بحث ہو جاتی۔ آو یا پاس۔ یہ کسی بھی طرح سے آسان یا واضح سوال نہیں تھا۔

مسلمانوں کی طرف ، یورپ جانے کے لئے یکساں ہچکچاہٹ تھی۔ مسلم فقہا نے اس حد تک بحث کی ہے کہ آیا کسی مسلمان کے لئے غیر مسلم ملک میں رہنا جائز ہے یا نہیں۔ وہ اپنے ہی ملک میں غیر مسلم کے معاملے پر ، یا ان کی شرائط کے مطابق ، کافروں کی سرزمین میں کافر ، جو روشنی دیکھتے ہیں اور حقیقی عقیدے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ کیا وہ

وہیں رہ سکتا ہے جہاں وہ ہے یا نہیں؟ کلاسیکی فقہاء کا عمومی اتفاق رائے نہیں۔ کسی مسلمان کا کافر سرزمین میں اچھی مسلمان زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے۔ اسے گھر چھوڑ کر کسی مسلمان ملک جانا ہوگا۔ اس سے بھی مشکل واقعہ اسپین کی دوبارہ بازیافت کے ذریعہ پیش آیا۔ اگر کسی مسیحی سرزمین کو عیسائیوں نے فتح کیا ہے تو کیا وہ عیسائی حکمرانی میں رہ سکتے ہیں؟ بہت سے فقہاء کا جواب ایک بار پھر تھا ، نہیں ، وہ ٹھہر نہیں سکتے ہیں۔ اسپین کے معاملے پر غور کرتے ہوئے 2 ، مراکشی النشارس نے یہ سوال اٹھایا کہ آخر یہ ایک قطعی فرضی سوال ہی کیوں نکلا: اگر عیسائی حکومت روادار ہے اور انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دیتی ہے تو ، کیا وہ پھر بھی رہ سکتے ہیں؟ اس کا جواب تھا کہ اس معاملے میں ان کا سبکدوشی کرنا زیادہ ضروری ہے ، کیونکہ ایک روادار حکومت کے تحت ، ارتداد کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ مسلم رویہ دوسری مشرقی تہذیبوں سے مختلف تھا جس نے مغرب کے بڑھتے ہوئے اثرات کا سامنا کیا۔ ہندوؤں ، بدھسٹوں ، کنفیوشیزوں اور دیگر لوگوں کے ل Christian ، عیسائیت اور عیسائیت نئے اور نامعلوم تھے۔ وہ لوگ جو وہاں سے آئے تھے ، اور جو چیزیں وہ لائے تھے ، اس لئے ان کی خوبیوں پر کم یا زیادہ غور کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے Christian ، عیسائیت ، اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ وابستہ ہر چیز ، جانا پہچانا ، مراعات یافتہ تھا۔ عیسائیت اور یہودیت اسلام کے پیش خیمہ تھے ، مقدس کتابیں مستند انکشافات سے اخذ کی گئیں ، لیکن ان کے نااہل سرپرستوں کے ذریعہ نامکمل اور خراب ہو گئیں ،

اور اسی وجہ سے وہ اسلام کے آخری اور کامل انکشاف سے مسترد ہو گئے۔ عیسائیت میں جو سچ تھا اسے اسلام میں شامل کیا گیا تھا۔ جو کچھ اس میں شامل نہیں تھا وہ غلط تھا۔

مسیحی پہلو میں ایشین کی تین بڑی تہذیبوں کے رویہ (attitude) اور واضح وجوہ کی بنا پر یکساں فرق تھا۔ نہ ہی ہندوستانیوں اور نہ ہی چینوں نے عیسائی مقدس سرزمین پر حکمرانی کی ، اور نہ ہی انہوں نے اسپین کو فتح کیا ، قسطنطنیہ پر قبضہ کیا ، یا ویانا کا محاصرہ کیا۔ نہ ہندو ، نہ بدھ مت اور نہ ہی ابھی تک کنفوشینوں نے کبھی بھی عیسائی انجیلوں کو بدعنوان اور فرسودہ قرار دیا تھا ، اور ان کی جگہ خدا کے کلام کا بعد میں بہتر نسخہ پیش کیا تھا۔ اسلام اور عیسائی کے مابین طویل انکاؤنٹر میں خصوصی مشکلات تھیں جو ان دونوں میں سے کسی ایک تہذیب اور ایشیاء کی دور دراز تہذیبوں کے مابین مقابلوں میں موجود نہیں تھیں۔

عام طور پر مسلمانوں کو عیسائی یورپ میں جانے کی کوئی خواہش یا ترغیب نہیں تھی ، اور درحقیقت قرآن حکیم کے ڈاکٹروں نے خاص اور محدود مقصد کے علاوہ زیادہ تر حصوں میں ایسے سفروں کی ممانعت کی تھی۔ معمول کا مقصد - بعد میں بہانہ — اغوا کاروں کو تاوان دینا تھا۔ کچھ ، لیکن تمام فقہی حکام نے بھی قلت کے وقت رسد کی خریداری کے لئے کافر زمینوں میں سفر کرنے کی اجازت نہیں دی۔

یہاں تک کہ مشرق وسطیٰ کے بہت کم لوگوں میں سے جنہوں نے سفارت کاری یا تجارت کے لئے مغرب میں سفر کیا ، ایک اہم تناسب مسلمان نہیں بلکہ اقلیتی مذہبی جماعتوں کے ممبر تھے۔ یہ کبھی کبھار یہودی ، زیادہ تر غیر کیتھولک

عیسائی ، یونانی یا آرمینی باشندے تھے ، جو عثمانی نقطہ نظر سے کافی حد تک قابل اعتماد سمجھے جاتے تھے۔ یقیناً۔ انہیں کیتھولک طاقتوں سے ہمدردی کا شبہ نہیں ہوسکتا ہے۔ ان حالات میں یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ مغربی زبانوں کا عملی طور پر کوئی علم نہیں تھا۔ مشرقی بحیرہ روم میں صرف اطالوی کے پاس کچھ کرنسی موجود تھی ، اور وہ مشرق اور مغرب کے مابین مواصلات کے ذریعہ کام کرتا تھا۔ لیکن یہاں تک کہ اس میں مشرقی عیسائی اور یہودی شامل تھے اور شاید ہی کبھی ، کبھی مسلمان ہوں۔ مغربی تربیت رکھنے والے اقلیتی ڈاکٹروں نے بھی طب کی مشق میں بڑھتی ہوئی کردار ادا کیا۔ اس دور کی عربی ، فارسی اور ترکی کی سائنسی تحریروں میں مغربی طب اور مغربی جغرافیہ سے کچھ محدود واقفیت ظاہر ہوتی ہے ، دونوں کو عملی وجوہات کی بناء پر ضروری ہے ، لیکن مغربی تاریخ یا ثقافت کے بارے میں کوئی آگاہی نہیں ہے۔

نئی دنیا کی دریافت دونوں نکات کی وضاحت کرتی ہے۔ جب تک اس 1929 میں ایک جرمن اسکالر کی طرف سے دریافت کیا گیا تھا کولمبس کی اپنا ایک ترک ورژن (اب کھو دیا) 1513 میں تیار نقشہ،، استنبول، یہ رہے جہاں unconsulted اور نامعلوم میں Topkap¹ پبلس میں زندہ رہتے ہیں

نئی دنیا میں ترکی کی کتابسولہویں صدی کے آخر میں لکھا گیا تھا ، اور یہ بظاہر یورپی ذرائع سے ملنے والی معلومات

پر مبنی تھا۔ اس میں نباتات ، حیوانات ، اور نئی دنیا کے باشندوں کا بیان کیا گیا ہے ، اور ظاہر ہے کہ یہ مبارک سرزمین وقتی طور پر اسلام کی روشنی سے روشن ہوگی اور سلطان کے دائروں میں شامل ہوگی۔ یہ بھی تب تک نا معلوم رہا جب تک کہ یہ 1729 میں استنبول میں چھاپا نہیں گیا تھا۔

مشرقی زبانیں

سولہویں اور سترہویں صدی میں بڑی یورپی یونیورسٹیوں میں عربی کی کرسیاں قائم کی گئیں۔ بعد میں فارسی شامل کی گئی - لیکن ترکی نہیں۔ یہ ایک جدید زبان ہونے کے ناطے ، یہ انگریزی ، فرانسیسی ، جرمن ، اور دیگر طبقہ کی طرح تھی ، جسے یونیورسٹی کے مطالعہ کے مضمون کے طور پر نہیں دیکھا جاتا تھا۔

یورپی زبانوں میں ، طباعت ادب کی ایک قابل فہم تنظیم تھی ، جس میں عالم اسلام کی تاریخ ، ثقافت ، مذہب اور موجودہ حالات سے نمٹنے کے کام آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ یورپی پڑھنے والے نے بھی ترجمے میں مشرق وسطیٰ کے کلاسیکی ادب کا انتخاب کیا تھا۔ وہ اپنے عیسائی شریک مذہب پرستوں کی مقامی جماعتوں سے بھی مدد حاصل کرسکتے تھے ، جن میں سے بہت سارے ترکی ، مصر ، شام ، اور حتیٰ کہ مشرق میں عراق اور ایران میں موجود تھے۔

مغربی یورپ میں مسلمان زائرین کے ساتھ کوئی موازنہ کرنے کی سہولت نہیں تھی ، جہاں مسلم برادریوں کو دوبارہ

فتح کے بعد نکال دیا گیا تھا اور جہاں کسی رابطہ یا بھرتی کی اجازت نہیں تھی۔

لیکن 1830 کی دہائی میں ایک نیا آغاز ہوا ، اور اس کے بعد پہلے ترکوں ، پھر پارسیوں اور پھر دوسری مشرق وسطیٰ کی حکومتیں ، جو یہ معرض وجود میں آئیں ، نے ایک اعلیٰ سطحی سفارتی مہارت اور پیشہ ورانہ مہارت حاصل کی۔

بات چیت اور کافروں سے سیکھنا

ایک مغربی شہری کے لئے difficult اس تبدیلی کی وسعت کو سمجھنا مشکل ہے ، جس معاشرے میں تہذیب کی سرحدوں سے آگے کافر وحشیوں کو حقیر سمجھنا عادی ہے۔ یہاں تک کہ بیرون ملک سفر کرنے کا بھی شبہ تھا۔ کافر اساتذہ کے تحت تعلیم حاصل کرنے کا خیال ناقابل تصور تھا۔ کافروں سے سیکھنے کا سوال نسبتاً early ابتدائی تاریخ میں براہ راست فوجی معاملات کے سلسلے میں پیدا ہوا۔ یہ کہانی ایک وینشین جنگی گیلی کے ترک تاریخ میں کہی گئی ہے جسے طوفان میں ساحل پر ڈال دیا گیا تھا اور اس کے عملے نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ عثمانی بحریہ کے ماہرین نے ہل کی جانچ کی ، اور ایسی چیزیں حاصل کیں جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ یہ اپنانا مفید ہوگا۔ لیکن یہ مذہبی قانونی سوال پیدا ہوا کہ کیا کافروں کی نقل کرنا جائز ہے؟ مذہبی حکام کا جواب یہ تھا کہ کافروں کے ساتھ زیادہ مؤثر طریقے سے لڑنے کے لئے ان کی تقلید کرنا جائز ہے۔ اسی دلیل کو اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے اوائل میں بھی استعمال کیا گیا ، جب مسلح افواج میں مغرب کی مختلف اصلاحات اور خاص طور پر ، اساتذہ

اور یورپیوں کے ساتھ اسکولوں کے قیام کے بارے میں علمائے کرام سے پھر مشورہ کیا گیا۔ (ہمیشہ ترجمہ نہیں) نصابی کتابیں۔ ایک سوال اکثر یادگاروں کے ذریعہ پوچھا جاتا تھا: "ایسا کیوں ہے کہ ماضی میں ہم ہمیشہ کافروں کے نئے آلات کو پکڑنے میں کامیاب رہتے تھے ، اور اب ہم ایسا کرنے کے اہل نہیں ہیں؟" دلچسپ بات یہ ہے کہ طویل عرصے سے انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ ہمیشہ کفار ہی کیوں تھے جنہوں نے نئی ڈیوائسز متعارف کروائیں۔ جب انہوں نے یہ سوال کیا تو ، جدید کاری کے علاوہ کچھ اور شامل تھا۔

پہلے مصر کی پاشا ، پھر ترکی کے سلطان ، پھر فارس کے شاہ نے طلباء کے منتخب گروپوں کو لندن ، پیرس اور کہیں اور بھیجا۔ پہلے یہ طلباء مشن بہت زیادہ فوجی تھے ، اور ان کا مقصد مغربی جنگ کے رازوں کو ڈھونڈنا اور ان پر عبور حاصل کرنا تھا۔ لیکن اس میں مغربی زبانیں سیکھنے میں شامل تھیں ، اور ان طلباء کو اپنی فوجی دستورالعمل کے علاوہ دیگر ، شاید زیادہ دلچسپ ، پڑھنے والا معاملہ ملا۔ پہلی بار مشرق وسطیٰ سے تعلق رکھنے والے نوجوان مسلمانوں کو مغربی خیالات کے اثرات سے براہ راست بے نقاب کیا گیا۔ ماضی میں ، دونوں تہذیبوں کے درمیان رکاوٹ ایسی تھی کہ نشا۔ ثانیہ ، اصلاحات ، اور سائنسی انقلاب اسلامی مشرق وسطیٰ میں غیر متعلقہ اور نامعلوم تھا۔ لیکن فرانس میں انقلابات نے نئے آئیڈیاز اور نئے ماڈل پیش کیے۔

سوال کے پرانے تشکیل کے بارے میں روایتی مصنفین کے آخری جوابات ہمیشہ یہ تھے کہ "آئیں ہم اپنی جڑوں کی طرف ، اچھے پرانے طریقوں ، سچے عقیدے ، خدا کے کلام کی

طرف چلیں۔" یہ مفروضہ کہ اگر معاملات بری طرح سے چل رہے ہیں تو ، ہمیں خدا کی طرف سے اس سچے راستے کو ترک کرنے کی سزا دی جا رہی ہے۔ جب بحث سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو یہ کافر اتفاق رائے سے محروم ہوجاتا ہے۔

مشرق وسطیٰ کے شہریوں کو اس بات پر غور کرنا مشکل ہو گیا کہ ہم اس سوال کے تہذیبی یا ثقافتی جوابات کو کیا کہتے ہیں۔ مستند ، قدیم اسلام کی واپسی کی تبلیغ کرنا ایک چیز تھی۔ مسیحی طریقوں یا نظریات سے اس کا جواب تلاش کرنا ایک اور تھا — اور ، اس وقت کے نظریات کے مطابق ، خود کو واضح طور پر مضحکہ خیز ہے۔ مسلمان عیسائیت کو اس سچے عقیدے کا ایک متنازعہ ، بگڑا ہوا نسخہ ماننے کے عادی تھے جس کے بارے میں۔

آخری کمال تھا۔ کوئی پیچھے ہٹ کر آگے نہیں بڑھتا ہے۔ لہذا مذہب یا ثقافت کے علاوہ بھی کچھ ایسے حالات ہونے چاہئیں جو مذہب کا ایک حصہ ہے ، مغربی دنیا کو حاصل ہونے والی غیر ذمہ دارانہ برتری کا محاسبہ کرنا۔

اس وقت کے مغرب والے اور موجودہ دور میں بہت سارے مسلمان - سائنس اور اس فلسفے کی تجویز کرسکتے ہیں جو اسے برقرار رکھتا ہے۔ یہ نظریہ ان لوگوں کے لئے occurred نہیں ہوتا جس کے لئے فلسفہ مذہب اور سائنس کی محض علم اور آلات کے ذخیروں کا ایک جوڑا تھا۔ مسلمانوں کا اپنا ایک فلسفہ تھا جس نے اسلام کے تحت عہد قدیم کے ورثہ کو برقرار اور مکمل کیا تھا۔ ان کی اپنی سائنس بھی تھی ، جو ماضی کے اپنے بڑے سائنس دانوں کے ہے۔

سپرداس کے بجائے انہوں نے مغرب کی ان خصوصیات میں مغربی کامیابی کا راز ڈھونڈ لیا جو ان کے اپنے تجربے میں کسی بھی چیز سے مختلف تھا۔ عیسائیت کے ساتھ داغدار فرانسیسی انقلاب ، جو یورپ میں نظریات کی پہلی بڑی تحریک ہے جو واضح طور پر یا بالواسطہ عیسائی نہیں تھا ، اور حتیٰ کہ اس نے خود کو عیسائی مخالف بھی پیش کیا تھا ، کچھ دیر کے لئے ایسا انتخاب پیش کرنے کا امکان تھا۔ لیکن سلطنت اور بحالی کے تحت اس کی یہ اپیل ختم ہوگئی۔ انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے بیشتر حصوں میں پوشیدہ تعویذ کی تلاش مغرب کے دو پہلوؤں یعنی اقتصادیات اور سیاست پر مرکوز رہی ، یا اسے دولت اور طاقت سے الگ الگ رکھ۔

بعد میں صنعتی انقلاب کو مضبوط بنانے کی کوششوں میں اور بہتری آئی۔ ایشیاء کی بڑھتی ہوئی طاقتوں کے برعکس ، جن میں سے بیشتر مشرق وسطیٰ کی نسبت ایک نچلی اقتصادی بنیاد سے شروع ہوئے ، خطے کے ممالک اب بھی سرمایہ کاری ، روزگار کے مواقع ، پیداواری صلاحیت اور اسی وجہ سے برآمدات اور آمدنی میں پیچھے ہیں۔

ورلڈ بینک کے ایک اندازے کے مطابق ، جیواشم ایندھن کے علاوہ عرب دنیا کی کل برآمدات پچاس لاکھ باشندوں والے ملک فن لینڈ سے کم ہیں۔ اور نہ ہی سرمایہ کاری کے راستے میں خطے میں بہت کچھ آرہا ہے۔ اس کے برعکس ، متمدل مشرق وسطیٰ کے لوگ ترقی یافتہ دنیا میں بیرون ملک اپنا سرمایہ لگانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

اسلام اور مغرب کے درمیان فوری طور پر نظر آنے والا دوسرا فرق سیاست میں اور خاص طور پر انتظامیہ میں تھا۔ پہلے ہی اٹھارہویں صدی میں برلن اور ویانا کے سفیران ، بعد میں پیرس اور لندن میں ، تعین کے ساتھ اور کبھی تعریف کے ساتھ - ایک موثر بیوروکریٹک انتظامیہ کے کام کی وضاحت کرتے ہیں جس میں تقرری اور فروغ میرٹ اور اہلیت کی بجائے سرپرستی اور احسان کے ذریعہ ہوتا ہے ، اور اسی طرح کی کوئی چیز اپنانے کی سفارش کریں۔

مغربی مثال اور مغربی نظریات کے اثرات نے شناخت کی نئی تعریفیں لائیں اور اس کے نتیجے میں نئی بیعت اور امنگیں آئیں۔

اس دوران مواصلات میں تین اہم پیشرفت کے ذریعہ جدید کاری کے عمل کو تیز اور تیز کیا گیا:

1. پرنٹنگ۔ پرنٹنگ پریسوں کا قیام اور پھیلاؤ۔
2. ترجمہ۔ پہلے تو یہ محدود تھا۔ پھر بڑھتی ہوئی کتابوں کا ترک ، عربی اور فارسی زبان میں ترجمہ ، طباعت اور تقسیم کیا گیا۔ ابتدائی طور پر ابتدائی ترجمے حکمرانوں اور عہدیداروں کے ذریعہ کارآمد سمجھے جانے والے کاموں کے تھے جو ان پر عمل درآمد کرتے تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ادبی مشمولات کے کام کا ترجمہ اور شائع بھی کیا گیا۔
- 14 مئی 1832 کو ، عثمانی مانیٹر کے پہلے شمارے میں ایک ادارہ ان ابتدائی سرکاری اخبارات کے مقصد اور افعال کو پیش کرتا ہے۔ اس کی وضاحت کرتا ہے کہ یہ اخبار ،

شاہی تاریخ نگاری کی پرانی روایت کی فطری نشوونما ہے جس میں "واقعات کی اصل نوعیت اور حکومت کے اقدامات اور حکومت کے احکامات کی غلط فہمی کو روکنے کے لئے اسی طرح کام کیا گیا ہے۔" جنگل کی معلومات کو بے بنیاد تنقید بنانا۔ "پریس کے کردار کا یہ تصور اس خطے سے مکمل طور پر ختم نہیں ہوا ہے۔ مضمون کی وضاحت ہے ، "ایک اور مقصد ، فراہم کرنا تجارت ، سائنس اور فنون لطیفہ کے بارے میں مفید معلومات ہے۔"

عربی ، فارسی اور ترکی میں اخبارات اور رسائل کے قیام سے کئی اہم تبدیلیاں آئیں۔ یہ موقع ، پہلی بار ، عالم اسلام کے اندر اور باہر واقعات کی پیروی کرنے کا۔

قانون

صحافی کے ساتھ مل کر ایک اور نووارد بھی آیا ، جس کی ظاہری شکل بھی اتنا ہی لازمی تھا - وکیل۔ اسلامی ریاست میں ، اصولی طور پر اسلام کے مقدس قانون ، شریعت کے علاوہ کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ انیسویں صدی کی اصلاحات اور یورپ کے ساتھ تجارتی اور دوسرے رابطوں کی ضروریات کے نتیجے میں یورپ کے تجارتی ، شہری ، مجرم اور بالآخر آئینی طور پر تشکیل پائے جانے والے نئے قوانین کے نفاذ کا آغاز ہوا۔ روایتی حکم میں صرف وکلاء ہی تھے ، ایک ہی وقت میں فقہا اور مذہبیات کے ماہر علمائے کرام ، ہولی قانون کے ڈاکٹر۔ سیکولر وکیل ، سیکولر قانون کو نافذ کرنے والی عدالتوں میں التجا کرتے ہوئے ، معاشرے میں ایک نئے اور با اثر عنصر کی نمائندگی کرتے ہیں۔

تعلیم

تعلیم بھی ، پرانے ترتیب میں ، بڑے پیمانے پر مذہب کے مردوں کے تحفظ میں تھی۔ یہ بات ان سے بھی لی گئی ، کیونکہ اصلاح پسند اور سامراجی حکمرانوں کو یکساں طور پر اسکولوں اور بعد میں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے قیام ، جدید صلاحیتوں کی تعلیم دینے اور جدید علم کی فراہمی کے لئے ضروری سمجھا گیا تھا۔ نئے طرز کے استاد ، کبھی اسکول ماسٹر ، کبھی پروفیسر ، صحافی اور وکیل کو نئے حکم کے فکری ستون کے طور پر شامل کیا۔

اصلاح اور جدیدیت کا مجموعی اثر صریحاً، آزادی کی آزادی کو بڑھانا نہیں بلکہ خود مختاری کو تقویت دینے کے لئے تھا: 1. مواصلات اور نفاذ کے نئے آلات کے ذریعہ مرکزی طاقت کو مستحکم کرنے کے ذریعہ جو جدید ٹکنالوجی نے اپنے اختیار میں رکھی ہے ، اور

2. صوبائی نرم اور مجسٹریسی ، شہری سرپرست ، علمائے کرام ، اور قدیم قائم فوجی اداروں جیسے جنیسیریوں کی حد تک محدود روایتی انٹرمیڈیٹ اختیارات۔ ان کا اختیار مرکزی حکومت کی بجائے روایت اور پہچان سے حاصل ہوا ، جس کی طرف وہ اس سے زیادہ آزادانہ رویہ اپنانے کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ سترہویں اور اٹھارویں صدیوں کے دوران ، ان کے اقتدار ، صوبوں اور حتی دارالحکومت میں بھی۔

مغرب کے زیر

اقتدار مسلم سرزمین ایک بار عظیم سلطنت عثمانیہ کو شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا گیا تھا ، اس کے مسلم صوبے فاتح طاقتوں میں شامل ہو گئے تھے۔ فارس ، اگرچہ تکنیکی طور پر غیرجانبدار ہے ، برطانوی اور روسی افواج نے کبھی مغلوب کیا ، کبھی حلیف ، کبھی حریف ، کبھی کبھی دونوں۔ باقی پوری مسلم دنیا کو ایک یا دوسرے عظیم یورپی سلطنتوں میں شامل کر لیا گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ اسلامی سلطنتوں اور یورپ کے مابین اسلام اور عیسائیت کے مابین طویل جدوجہد مغرب کی فیصلہ کن فتح پر ختم ہو چکی ہے۔

وہ اپنے مضامین انگریزی ، فرانسیسی اور ڈچ پڑھاتے تھے کیونکہ انہیں اپنے دفاتر اور گنتی والے مکانوں میں کلرک کی ضرورت ہوتی تھی۔ لیکن ایک بار جب ان مضامین نے مغربی یورپی زبان میں مہارت حاصل کر لی ، جیسے مغربی اکثریتی ایشیاء اور افریقہ کے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد میں ، ان کو ایک نئی دنیا ان کے لئے کھلا ، جو سیاسی آزادی اور قومی خودمختاری اور ذمہ دار حکومت جیسے نئے اور خطرناک خیالات سے بھری پڑی۔ حکومت کی رضامندی سے۔ مغربی حکمرانی کے خلاف بغاوت کی کچھ تحریکیں مذہب سے متاثر ہو کر اسلام کے نام پر لڑی گئیں۔ لیکن اس وقت سب سے زیادہ موثر۔ وہ لوگ جنہوں نے حقیقت میں سیاسی آزادی حاصل کی۔ ان کی قیادت مغرب والے دانشوروں نے کی جنہوں نے مغرب کا مقابلہ اپنے فکری ہتھیاروں سے کیا۔

مغرب میں ، کوئی مارکیٹ میں پیسہ کماتا ہے ، اور اسے خریدنے یا طاقت کو متاثر کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ مشرق میں ، ایک شخص اقتدار پر قبضہ کرتا ہے ، اور اسے پیسہ کمائے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

اخلاقی طور پر دونوں کے مابین کوئی فرق نہیں ہے ، لیکن ان کا معیشت اور شائستگی پر اثر بہت مختلف ہے۔ خواتین کی معاشی پوزیشن میں ابتدائی اور سب سے زیادہ وسیع پیشرفت ہوئی۔ یہاں تک کہ روایتی تقسیم کے تحت نسبتاً بہتر تھا ، اور جدید قانون سازی کو اپنانے سے پہلے بیشتر عیسائی ممالک کی خواتین سے کہیں بہتر تھا۔ عیسائی ممالک میں جدید قانون سازی کو اپنانے سے قبل مسلم خواتین ، بطور بیویاں اور بیٹیوں کی حیثیت سے جائیداد کے بہت قطعی حقوق تھیں۔ مسلمان خواتین ، بطور بیویاں اور بیٹیوں کی حیثیت سے ، ملکیت کے بہت قطعی حقوق تھے ، جن کو قانون کے ذریعہ تسلیم اور نافذ کیا گیا تھا۔

انیسویں صدی کے دوران ، نوجوان مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ، ان میں سے بیشتر افسر یا سرکاری ملازم ، جن میں زیادہ تر عثمانی ، نے یہ بات شروع کی کہ کس طرح ، "براعظموں میں سب سے چھوٹا" ، یورپ نے اپنی مہارت کے ذریعے جدید دنیا میں فوقیت حاصل کر لی۔ علوم کچھ علم کی وسیع پیمانے پر بات کرتے ہیں — ایک ہی لفظ علم اور سائنس دونوں کو نامزد کرتا ہے۔

اور اس کے باوجود ، ان تمام کوششوں کے باوجود ، اور تقریباً تمام نئی یونیورسٹیوں میں اسکولوں اور سائنسز کی فیکلٹیوں کی بنیاد رکھنے کے باوجود ، جدید سائنس کو شامل کیا جاسکتا ہے - یا کسی کو مغربی سائنس کہنا چاہئے۔

اگر جدید سائنس کے عروج میں قرون وسطیٰ کی اسلامی تہذیب کی بے پناہ شراکت پر غور کیا جائے تو ، یورپی سائنس کو قبول کرنے کے لئے اسلامی مشرق وسطیٰ کی ہچکچاہی زیادہ قابل ذکر ہے۔

سائنس کی مختلف شاخوں کی نشوونما اور نشر کرنے میں ، قرون وسطیٰ کے مشرق وسطیٰ کے مردوں — کچھ عیسائی ، کچھ یہودی ، جن میں زیادہ تر مسلمان ، نے اہم کردار ادا کیا۔ انہیں مصر اور بابل کی قدیم حکمت وراثت میں ملی تھی۔ انہوں نے بہت ترجمہ کیا اور اسے محفوظ کیا تھا جو بصورت دیگر فارس کی دانشمندی اور سائنس سے کھو جاتا ، اس نے انہیں اس قابل بنا دیا جو ہندوستان اور چین کی سائنس اور تکنیک سے نیا تھا۔

نہ ہی قرون وسطیٰ کے اسلامی سائنس دان کا کردار خالصتاً collection ذخیرہ کرنے اور محفوظ کرنے میں تھا۔ قرون وسطیٰ کے وسطیٰ میں ، سائنس دانوں نے ایسا نقطہ نظر تیار کیا جو شاذ و نادر ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس اور دوسرے ذرائع سے وہ عملی طور پر تمام علوم میں بڑی پیشرفت لائے۔ اس کا بیشتر حصہ قرون وسطیٰ کے مغرب میں منتقل ہوا ، جہاں سے شوقین طالب علم اسپین اور سسلی میں اس وقت

مسلم تعلیم کے مراکز میں تعلیم حاصل کرنے گئے تھے ، جبکہ دوسروں نے عربی سے لاطینی زبان میں سائنسی متون کا ترجمہ کیا تھا ، کچھ اصل قدیم یونانی کاموں سے مطابقت رکھتا تھا۔ جدید سائنس ان ٹرانسمیٹروں پر بے پناہ قرض لیتی ہے۔ اور پھر ، قرون وسطی کے آخر سے ، یہاں ڈرامائی تبدیلی آئی۔ یورپ میں ، سائنسی تحریک نشا۔ ثانیہ ، دریافتوں ، تکنیکی انقلاب ، اور اس سے پہلے ، ساتھ ساتھ ، اور ان کی پیروی کرنے والے فکری اور مادی ، دونوں وسیع پیمانے پر تبدیلیاں ، عہد انقلاب ، کے دور میں بے حد ترقی ہوئی۔ مسلم دنیا میں ، آزادانہ انکوائری کا عملی طور پر خاتمہ ہوا ، اور سائنس زیادہ تر حصول کے لئے منظور شدہ علم کے جسم کی پوجا کی حد تک کم ہو گئی۔ کچھ عملی ایجادات ہوئیں۔ اس طرح ، مثال کے طور پر ، مصر میں انکیوبیٹرز ایجاد کیے گئے تھے ، ترکی میں چیچک کے خلاف ویکسینیشن۔ تاہم ، یہ سائنس کے دائرے سے وابستہ نہیں ، بلکہ عملی آلات کے طور پر دیکھے جاتے ہیں ، اور ہم ان کو بنیادی طور پر مغربی مسافروں سے جانتے ہیں۔

پھیلتے ہوئے فرق کی ایک اور مثال استنبول میں ، گلٹا میں 1577 میں تعمیر ہونے والی عظیم رصد گاہ کی تقدیر میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کی وجہ مسلمان میں ایک بڑی شخصیت ، تق ال (Dn (ca. 1526–1585) کے اقدام کی وجہ تھی۔

سائنسی تاریخ اور فلکیات ، نظریات ، اور مکینیکل گھڑیوں پر متعدد کتابوں کی مصنف۔

چیف مفتی کی سفارش پر سلطان کے حکم سے جنیسریز کے دستہ نے ، تاک الٹن کے رصد گاہ کو زمین پر پھینک دیا۔

علوم میں مسیحی اور اسلام کے مابین تعلقات اب الٹ گئے تھے۔ وہ جو اب شاگرد تھے اساتذہ بن گئے۔ جو ماسٹر رہے تھے وہ شاگرد بن گئے ، اکثر تذبذب اور ناراض طلباء۔ وہ جنگ اور طب میں کافر سائنس کی مصنوعات کو قبول کرنے کے لئے کافی راضی تھے ، جہاں وہ زندگی اور موت کے مابین فتح اور شکست کے درمیان فرق پیدا کرسکتے ہیں۔ لیکن ان سائنسی کارناموں کے بنیادی فلسفے اور سماجی سیاسی سیاق و سباق کو قبول کرنا یا اس سے بھی اعتراف کرنا زیادہ مشکل ثابت ہوا۔ مشرق وسطیٰ اور غیر مغربی دنیا کے دوسرے حصوں کے مابین یہ انکار ایک بہت بڑا فرق ہے جس نے ایک طرح سے یا مغربی تہذیب کے اثرات کو برداشت کیا ہے۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک مساوی مذہب ہے۔ اس دعوے میں بہت سی حقیقت ہے۔ اگر ہم اس کی تقویت کے وقت اسلام کا موازنہ ان معاشروں سے کرتے ہیں جنہوں نے اسے گھیر لیا ہے - ایران کی متناسب جاگیرداری اور مشرق میں ہندوستان کے ذات پات کے نظام ، مغرب میں بازنطینی اور لاطینی یورپ دونوں کے مراعات یافتہ اشرافیہ — مساوات کا پیغام لائیں۔ نہ صرف اسلام معاشرتی تفریق کے اس طرح کے نظام کی بھی حمایت نہیں کرتا ہے۔ یہ واضح طور پر اور ثابت قدمی سے ان کو مسترد کرتا ہے۔ اسلام کے

ابتدائی حکمرانوں کی روایت کے مطابق پیغمبر اکرم کے اعمال و بیانات ، نزول ، پیدائش ، حیثیت ، مال و دولت یا نسل سے بھی مراعات کے منافی ہیں اور اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ یہ مقام اور اعزاز ہے۔ اسلام میں صرف تقویٰ اور قابلیت کے ذریعہ طے شدہ۔

نسبتاً حالیہ عرصے تک مسلمان عورت کو جدید مغرب میں جائیداد کے حقوق بے مثال تھے۔ یہاں تک کہ غلام کے لئے Islamic ، اسلامی قانون نے انسانی حقوق کو تسلیم کیا۔ اس زمانے اور مقامات کے تناظر میں "شہری حقوق" کی اصطلاح کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اورینٹ میں ، یا امریکہ کے نوآبادیاتی اور پوسٹ کالونی معاشروں میں کلاسیکی نوادرات سے آشنا ہے۔

اس کے باوجود ، یہ بات شاید درست ہے کہ انیسویں صدی کے آغاز میں بھی ایک غریب آدمی کے پاس اسلامی سرزمین میں دولت ، اقتدار اور وقار کے حصول کا ایک بہتر موقع تھا کہ وہ کسی بھی ریاست کی نسبت۔ عیسائی یورپ ، بشمول انقلاب فرانس۔

آزاد ، مرد اور مسلمان آزاد افراد کے لئے ابھی بھی موقع موجود تھا لیکن ان تینوں میں سے کسی کو بھی لازمی قابلیت نہ ہونے والوں پر سخت پابندیاں عائد تھیں۔ غلام ، عورت اور کافر کو سختی سے نافذ قانونی ، اور ساتھ ہی معاشرتی ، معذوروں کے ساتھ مشروط کیا گیا تھا ، جو انہیں اپنی روز مرہ کی زندگی کے تقریباً ہر پہلو میں متاثر کرتے تھے۔

اسلام مومن اور خدا کے مابین کوئی ترتیب ، کوئی تعی ن ، کوئی پادری ثالثی تسلیم نہیں کرتا ہے۔ نام نہاد پادری سمجھا جاتا ہے کہ وہ ایک استاد ، ایک رہنما ، مذہبیات اور قانون میں ایک اسکالر کے طور پر ، لیکن ایک پجاری کی حیثیت سے نہیں۔

اسلام ، عیسائیت اور یہودیت۔ بنی اسرائیل غلامی سے بھاگ گئے ، اور 40 سال تک بیابان میں گھومتے پھرتے تھے اس سے پہلے کہ انہیں وعدہ سرزمین میں داخلے کی اجازت دی جائے۔ ان کے رہنما موسیٰ کی صرف ایک جھلک تھی ، اور اسے خود ہی داخلے کی اجازت نہیں تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ذلیل اور مصلوب کیا گیا ، اور اس کے پیروکاروں کو صدیوں تک ظلم و ستم اور شہادت کا سامنا کرنا پڑا ، اس سے پہلے کہ وہ آخر کار حکمران پر فتح حاصل کرنے کے قابل ہوجائیں ، اور ریاست ، اس کی زبان اور اس کے اداروں کو اپنے مقصد کے مطابق ڈھال لیں۔ محمد (ص) نے اپنی زندگی میں فتح اور فتح حاصل کی۔ اس نے اپنی وعدہ شدہ سرزمین کو فتح کیا ، اور اپنی ایک ریاست قائم کی ، جس میں سے وہ خود بھی خود مختار تھا۔ اس طرح ، اس نے قانون نافذ کیے ، انصاف فراہم کیا ، ٹیکس عائد کیے ، فوجیں اٹھائیں ، جنگ کی اور امن قائم کیا۔ ایک لفظ میں ، اس نے حکمرانی کی ، اور حکمران کی حیثیت سے ان کے فیصلوں اور اقدامات کی کہانی کو مسلم صحیفہ میں تقدیس اور مسلم روایت میں تقویت ملی ہے۔

مسلمانوں نے اپنی مقدس کتاب کو ، اپنی زبان میں لایا ، (یہ اللہ کا کلام ہے) اور اپنے خود مختار ادارے اور اپنے مقدس قانون کی مدد سے اپنی ریاست تشکیل دی۔ چونکہ ریاست اسلامی تھی ، اور واقعتاً اس کے بانی نے اسے اسلام کے ایک آلہ کار کے طور پر تشکیل دیا تھا ، لہذا کسی الگ مذہبی ادارے کی ضرورت نہیں تھی۔ ریاست چرچ تھی اور چرچ ریاست تھی اور خدا دونوں کا سربراہ تھا ، نبی کے ساتھ اس کا نمائندہ زمین پر تھا۔

ایک قدیم اور بہت حوالہ دینے والی روایت کے الفاظ میں: “اسلام ، حکمران اور عوام خیمے ، کھمبے ، رسی اور کھمبے کی طرح ہیں۔ خیمہ اسلام ہے ، قطب حاکم ہے ، رسیاں اور کھمبے لوگ ہیں۔ دوسروں کے بغیر کوئی ترقی نہیں کرسکتا

خیالات اسلامی دنیا میں ، شناخت کی مذہبی بنیاد کی بقاء ، اور آخر کار حیات نو ہے ، جو عیسائی یورپ میں ، ایک حد تک علاقائی یا نسلی قومی ریاست کی جگہ لے لی گئی تھی۔ اسلامی دنیا میں یقیناً اقوام اور ممالک موجود تھے ، اور ادب میں نسلی ، تہذیبی اور کبھی کبھار علاقائی شناخت کے بہت زیادہ ثبوت موجود ہیں۔ لیکن کسی بھی وقت ان کو ریاست کی بنیاد یا سیاسی شناخت اور بیعت کی تشکیل کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا۔

اسلام کے وسیع اور بھرپور تاریخی ادب میں ، بنیادی طور پر تین طرح کے تاریخی عنوان ہیں۔ عالمگیر تاریخیں ہیں ، معنیٰ ، کچھ استثناء کے ساتھ ، اسلامی اوکومین کی تاریخ اور اس پر حکومت کرنے والے خلیفہ اور سلطان۔ یہاں ایک متشدد تاریخیں ہیں ، جو ایک حکمران خاندان پر مرکوز ہیں اور اکثر انتہائی متغیر علاقوں کا احاطہ کرتی ہیں جس پر اس نے حکمرانی کی۔ مقامی یا علاقائی تاریخیں ہیں ، زیادہ تر عام طور پر شہر اور اس کے آس پاس کے اضلاع۔ یہ آخری بنیادی طور پر ٹپوگرافیکل اور سوانحی ہیں۔ عربوں ، عربوں ، ترکوں یا ترکی کی ، ایرانیوں کی یا ایران کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ یہ بہت قدیم ہستی ہیں ، لیکن بہت ہی جدید تاثرات۔ اور انیسویں اور بیسویں صدی میں جب ، بیرون ملک سے آئے ہوئے نئے خیالات اور دباؤ کے اثرات کے تحت ، مسلمانوں نے قومی اور حب الوطنی کے لحاظ سے اپنی اور ان کی وفاداری کی تعبیر کرنا شروع کی ، تو یہ بات یقیناً اہم ہے کہ عربی ، فارسی اور ترکی دونوں میں ، ایک جیسے الفاظ "قوم" کو نامزد کرنے کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو پہلے مذہب کی مذہب کو نامزد کرنے کے لئے استعمال کیے گئے تھے - اور یہ بنیادی طور پر نسلی یا علاقائی مواد کے متعدد الفاظ کے دستیاب انتخاب کے باوجود۔

سیکولرازم

مغرب کی سیکولرائزیشن میں ، خدا کو دو بار ملک بدر کر دیا گیا اور اس کی جگہ لے لی گئی لوگوں کے ذریعہ خود مختاری کا ذریعہ ، قوم کی طرف سے عبادت کے مقصد کے

طور پر۔ یہ دونوں نظریات اسلام کے لئے اجنبی تھے ، لیکن انیسویں صدی کے دوران وہ زیادہ واقف ہو گئے ، اور بیسویں صدی میں وہ مغربی متشدد دانشوروں کے مابین غالب ہو گئے جنہوں نے کچھ عرصہ کے لئے ، اگر زیادہ تر مسلم ریاستوں پر حکومت نہیں کی تو بہت سے لوگوں پر حکمرانی کی۔

جس ملک پر اس نے حکومت کی ہو یا اس کی آبادی کو تشکیل دینے والی قوم کے ذریعہ ایک ایسی قومی ریاست کی تعریف ہو جس میں ایک سیکولر ریاست اصولی طور پر ممکن تھی۔

صرف ایک مسلم ریاست ، جمہوریہ ترک ، نے سیکولرزم کو باضابطہ طور پر ایک اصول کے طور پر اپنایا ، اور آئین سے اسلام کے خاتمے اور شریعت کو منسوخ کرنے کا قانون نافذ کیا ، جو اس سرزمین کے قانون کا حصہ بننے سے ختم ہو گیا۔ بنیادی طور پر مسلم آبادی کی چھ سابق سوویت جمہوریہ کو ایک سخت سیکولر نظام وراثت میں ملا ، سوائے اس لحاظ سے کہ کمیونزم ایک قائم عقیدہ تھا۔ اب تک ان میں سے بیشتر اپنے قوانین اور اداروں کو اسلامائز کرنے کی طرف بہت کم مائل ہیں۔ ایک یا دو دیگر مسلم ممالک نے کچھ حد تک علیحدگی کی طرف گامزن ہو گئے ، اور مزید کئی شرعی قانون کو شادی ، طلاق اور وراثت تک محدود کر دیا اور جدید ، زیادہ تر مغربی یورپی ، دوسرے معاملات میں قوانین کو اپنایا۔

ابھی حال ہی میں ، ان تبدیلیوں کے خلاف سخت ردعمل سامنے آیا ہے۔ اسلامی بنیاد پرست اور عسکریت پسند تحریکوں کی ایک پوری سیریز ، جسے ڈھیل اور غلط طور پر "بنیاد پرست" قرار دیا گیا ہے ، گذشتہ صدی کی سیکولرائز اصلاحات کو ختم کرنے ، ان کے ساتھ درآمدی ضابطہ اخلاق کو ختم کرنے اور معاشرتی رسومات کو واپس کرنے کا مقصد ہے۔ اسلام کا مقدس قانون اور ایک اسلامی سیاسی حکم۔

تین ممالک ایران ، افغانستان اور سوڈان میں ان قوتوں نے طاقت حاصل کر لی ہے۔ متعدد دیگر میں وہ بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کا استعمال کرتے ہیں ، اور بہت ساری حکومتوں نے احتیاط کے طور پر ، شرعی قانون کو دوبارہ پیش کرنا شروع کیا ہے ، چاہے وہ سزا یا زیادہ قدامت پسند حکومتوں میں سے۔ یہاں تک کہ قوم پرستی اور حب الوطنی ، جو پرہیزگار مسلمانوں کی کچھ ابتدائی مخالفت کے بعد عام طور پر قبول کی جانے لگی تھی ، اب ان پر ایک بار پھر سوال اٹھایا جاتا ہے اور کبھی کبھی تو اسے اسلام مخالف بھی قرار دیا جاتا ہے۔ کچھ عرب ممالک میں ، اب جو قدیم طرز کا سیکولر قوم پرستی بن چکا ہے اس کے محافظ اسلامی بنیاد پرستوں پر عرب قوم کو تقسیم کرنے اور عیسائیوں کے خلاف مسلمان بنانے کا الزام عائد کرتے ہیں۔ بنیاد پرست یہ جواب دیتے ہیں کہ اسلام کی بڑی جماعت میں عرب کے خلاف فارسی کے خلاف ترک قائم کر کے وہ قوم پرست ہیں جو تفرقہ ڈال رہے ہیں ، اور یہ ان کا سب سے بڑا اور گھناؤنا جرم ہے۔

مسلم بنیاد پرستوں اور عسکریت پسندوں کے ادب میں دشمن کی مختلف تعریف کی گئی ہے۔ کبھی وہ یہودی یا صہیونی ، کبھی عیسائی یا مشنری ، کبھی مغربی سامراجی ، کبھی — کم کثرت سے — روسی یا دوسرے کمیونسٹ۔ لیکن ان کے بنیادی دشمن ، اور ان کی مہمات اور حملوں کا سب سے فوری مقصد وہی آبائی ہیں سیکولرائزر — وہ لوگ جو سیکولر اسکولوں اور یونیورسٹیوں ، سیکولر قوانین اور عدالتوں کو متعارف کروا کر ریاست کی اسلامی بنیاد کو کمزور یا تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ، اور اس طرح اسلام اور اس کے پیشہ ور افراد کو تعلیم اور انصاف کے دو بڑے شعبوں سے خارج کرتے ہیں۔

اسلام کے دشمن؟

ان میں سے بیشتر کے لئے محراب دشمن کمل اتاترک ہیں جو ترک جمہوریہ کے بانی اور مسلم دنیا میں پہلا عظیم سیکولرائز اصلاح کار ہیں۔ مصر میں شاہ فاروق اور صدور ناصر اور سادات ، شام میں حافظ الاسد اور عراق میں صدام حسین ، شاہ فارس اور عربستان کے بادشاہوں اور شہزادوں جیسے متنوع کرداروں کی مذمت کی گئی ، اسلام کے سب سے خطرناک دشمن ، دشمن اندر سے۔

دہشت گردی کا نظریہ

مصر کے صدر سادات کا قتل کرنے والے اس گروہ کے نظریاتی رہنما ، محمد عبد السلام سلام فراز نے ایک بڑے

پیمانے پر گردش کردہ کتابچے میں اس مسئلے کی واضح وضاحت کے ساتھ وضاحت کی تھی:

دور دشمن سے لڑنے سے زیادہ قریب دشمن سے لڑنا زیادہ ضروری ہے۔ جہاد ڈی میں جب تک فتح حاصل نہیں ہوتی مسلمانوں کا خون بہتا رہتا ہے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: کیا یہ فتح کسی موجودہ اسلامی ریاست کے فائدے کے لئے ہے ، یا یہ موجودہ کافر حکومت کے فائدے کے لئے ہے؟ اور کیا یہ اس حکومت کی بنیادوں کو تقویت بخش رہی ہے جو خدا کے قانون سے انحراف کرتی ہے؟

یہ حکمران صرف ان مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو ان کو اسلام کے ظاہری شکل کے باوجود ، ان مقاصد کے حصول کے لئے ، جن کو کچھ مسلمانوں کے قوم پرست خیالات نے پیش کیا تھا۔ جہاد کی جدوجہد لازمی طور پر مسلم زیربخت اور مسلم قیادت میں ہونی چاہئے ، اور اس میں کوئی تنازعہ نہیں ہے۔

سرزمین اسلام میں سامراج کے وجود کی وجہ انہی خود حکمرانوں میں ہے۔ سامراج کے خلاف جدوجہد کا آغاز کرنا ایک ایسا کام ہوگا جو نہ تو شان و شوکت کا ہے اور نہ ہی مفید ، بلکہ وقت کا ضیاع ہوگا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اسلامی مقصد پر مرتکز ہوں ، جس کا مطلب ہے کہ پہلے اور سب سے پہلے اپنے ہی ملک میں خدا کے قانون کو قائم کریں اور خدا کے کلام کو غالب کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا ہے کہ جہاد اول کا پہلا میدان جنگ ان کافر قائدین کی

غلظت اور ایک کامل اسلامی حکم کے تحت ان کی جگہ لے لے جانا ہے۔ اس سے رہائی آئے گی۔

علماء (clergy) کا کردار

سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد بھی ، یہ عمل مشرق وسطیٰ میں عثمانی جانشین ریاستوں میں جاری رہا ، جہاں حکومتوں نے مذہبی مشق کرتے ہوئے ، چیف مفتی کے عنوان سے ایک عہدیدار مقرر کیے ، یہاں تک کہ ایک شخص ، کسی شہر ، ایک صوبے ، یا دائرہ اختیار کو بھی مذہبی حیثیت سے کہہ سکتا ہے۔ ایک ایسا ملک ، اور کلاسیکی اسلام میں نامعلوم سیاسی کردار ادا کر رہا ہے۔ ایران کے آیت اللہ میں اسے ایک اور بھی ڈرامائی انداز سے دیکھا جاتا ہے ، یہ عنوان جدید دور سے ملتا ہے اور کلاسیکی اسلامی تاریخ سے نامعلوم ہے۔ اگر اسلامی جمہوریہ کے حکمران یہ جانتے ہیں ، تو وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ ادارہ جاتی معنوں میں اسلام کو عیسائیت بنانا ہے ، حالانکہ یہ کسی مذہبی لحاظ سے نہیں ہے۔ انہوں نے پہلے ہی ایران کو پونٹیفیکیٹ ، کارڈینلز کا ایک کالج ، بشپس کا بینچ ، اور خاص طور پر ایک انکوائری سیشن ، جو تمام پہلے اسلام سے اجنبی تھے ، کے فنکشنل مساوی ہیں۔ وہ وقت کے ساتھ ایک اصلاح کو مشتعل کر سکتے ہیں۔

خواتین ، جو اسلامی قانون میں جائیداد کے مالک اور تصفیے کرنے کا حق رکھتے ہیں ، وقف کے بانٹیوں میں نمایاں طور پر اعداد و شمار رکھتے ہیں ، اور کبھی کبھی یہ تعداد نصف تک پہنچ جاتی ہے۔ روایتی مسلم معاشرے کا شاید یہ واحد

علاقہ ہے ، جس میں وہ مردوں کے ساتھ مساوات کے قریب پہنچتے ہیں۔ وقف کے ادارہ کے ذریعہ ، بہت ساری خدمات ، جو دوسرے نظاموں میں ریاست کی اصل یا واحد ذمہ داری ہیں ، نجی اقدام کے ذریعہ فراہم کی گئیں۔

اسلام ایک تھیوکراسی نہیں ہو سکتا تھا۔

اس لحاظ سے ، کلاسیکی اسلام کا کوئی پجاری نہیں تھا ، نہ ہی کوئی پیش کش جو حکمرانی کر سکتا ہے یا فیصلہ کرنے والے پر اثر انداز ہونے والوں کو بھی متاثر کرتا ہے۔ خلیفہ ، جو ایک حکومت میں ایک ریاست میں ریاست اور چرچ کا سربراہ تھا ، وہ نہ تو خود فقیہ تھا اور نہ ہی ایک عالم دین ، بلکہ سیاست اور کبھی جنگ کے فن کا ایک عملی کار تھا۔ آیت اللہ کا دفتر انیسویں صدی کی تخلیق ہے۔ خمینی کی حکمرانی اور ان کے جانشین کی حیثیت سے "سپریم فقیہ" بیسویں کی بدعت ہے۔

جبر

اسلامی تاریخ میں مغرب میں دوسرے مومنوں اور غیر مہمنوں کی نجات ، قبولیت ، اور انضمام کے ساتھ موازنہ کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن یکساں طور پر ، اسلامی تاریخ میں یہودیوں اور مسلمانوں کو ہسپانویوں کے ملک سے نکالنے ، انکوائریشن ، آٹو ڈا فیس ، مذہب کی جنگوں کے ساتھ موازنہ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے ، کمیشن اور بدعنوانی کے حالیہ جرائم کی بات نہیں کرنا۔ کبھی کبھار ظلم و ستم کا سامنا

کرنا پڑتا تھا ، لیکن وہ نایاب تھے ، اور عام طور پر مختصر مدت کے ہوتے تھے ، جو مقامی اور مخصوص حالات سے متعلق ہوتے ہیں۔

S کچھ حدود کے اندر اور کچھ پابندیوں کے تابع ، اسلامی حکومتیں دوسرے انکشاف شدہ ، توحید پسند مذاہب کے اس عمل کو برداشت کرنے پر راضی تھیں ، اگرچہ اس کی بازی نہیں۔ وہ خود کی مختلف شکلیں برداشت کر کے بھی سخت امتحان پاس کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ مشرکین ، اگرچہ مذہب کی تبدیلی اور غلامی کے درمیان انتخاب کے لئے قانون کے سخت خط کے ذریعہ مذمت کرتے تھے ، حقیقت میں یہ برداشت کیا گیا تھا ، کیونکہ اسلامی حکمرانی بیشتر ہندوستان میں پھیل گئی۔ صرف کل کافر — انجنوسٹک یا ملحد۔ اسی معیار کو اسلام کی منحرف شکلوں کی رواداری میں لاگو کیا گیا تھا۔ جدید دور میں ، اسلامی رواداری کسی حد تک کم ہوئی ہے۔

اب یہ خطرہ جس سے لگتا ہے کہ عیسائی مذہب اسلام کو پیش کر رہا ہے وہ اب محض فوجی اور سیاسی نہیں رہا تھا۔ اس نے مسلم معاشرے کے بنیادی ڈھانچے کو ہلا دینا شروع کیا تھا۔ مغربی حکمران ، اور ، بہت حد تک ، ان کے پرجوش مسلمان شاگردوں اور نقالیوں نے ، اصلاحات کا ایک پورا سلسلہ لایا ، ان میں سے تقریباً Western سبھی مغربی نژاد یا الہامی تھے ، جس نے مسلمانوں کے اپنے ممالک میں رہنے کے طریقے کو تیزی سے متاثر کیا ،

ریاست کے ذریعہ مذہب کا استعمال

اپنے اختیار کو تقویت دینے اور بڑھانے کے لئے کیا گیا۔ اور پادریوں کے ذریعہ ریاستی طاقت کا استعمال دوسروں پر اپنے اصولوں اور اصولوں کو مسلط کرنے کے لئے۔ یہ ایک مسئلہ طویل عرصہ تک عیسائی کے طور پر دیکھا جاتا ہے ، جو مسلمانوں سے متعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہودیوں کے لئے ، جس کے لئے اسرائیل میں بھی ایسا ہی مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ عصر حاضر کے مشرق وسطیٰ ، مسلمان اور یہودی دونوں کو دیکھتے ہوئے ، کسی کو یہ پوچھنا چاہئے کہ آیا یہ اب بھی درست ہے۔ یا یہ کہ شاید مسلمان اور یہودیوں کو عیسائی بیماری لاحق ہو چکی ہے اور اسی وجہ سے وہ عیسائی علاج پر غور کر سکتے ہیں۔

1560 میں لکھے گئے ایک بعد کے خط میں ، بس بک نے نوٹ کیا: . . کسی بھی قوم نے دوسروں کی کارآمد ایجادات کو اپنانے میں کم ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ مثال کے طور پر ، انہوں نے اپنے استعمال میں بڑی اور چھوٹی توپیں اور ہماری بہت ساری دریافتیں مختص کیں۔ تاہم ، وہ کبھی بھی اپنے آپ کو کتابیں پرنٹ کرنے اور عوامی گھڑیاں قائم کرنے کے قابل نہیں کر سکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ان کے صحیفے ، یعنی ان کی مقدس کتابیں ، اب اگر صحیفے نہیں پڑھیں گیں تو۔ اور اگر انہوں نے عوامی گھڑیاں قائم کیں ، تو ان کا خیال ہے کہ ان کی مغزین اور ان کے قدیم رسومات کا اختیار کم ہونے کا امکان ہے۔

کچھ صدیوں پہلے ، اسلامی مشرق وسطیٰ نے سائنس اور ٹکنالوجی میں دنیا کی رہنمائی کی تھی ، جس میں وقت کی پیمائش کرنے کے لئے devices آلات شامل تھے۔ لیکن مشرق وسطیٰ کی ٹکنالوجی اور سائنس نے بالکل اسی وقت ترقی کرنا چھوڑ دی ، خاص طور پر اس وقت جب یورپ اور خاص طور پر مغربی یورپ نئی بلندیوں کی طرف گامزن تھا۔ تفاوت آہستہ آہستہ تھا ، لیکن ترقی پسند تھا۔

قرون وسطیٰ کی ریاستوں کے پاس جدید معنوں میں سرحدیں نہیں تھیں۔ زمین کی طرح ، وقت کی حد کی قطعی لائن موجود نہیں تھی ، بلکہ ایک زون ، بینڈ ، یا وقفہ تھا۔ یہ تمام عملی مقاصد کے لئے کافی تھا۔ اسلامی قوانین ریاستوں کے مابین اور باہمی تعلقات کو منظم کرتے ہیں ، لوگوں کے ساتھ معاملات کرتے ہیں ، جگہوں کے ساتھ نہیں۔ ایک حکمران جہاں تک ٹیکس جمع کرنے اور نظم و ضبط برقرار رکھتا تھا حکمرانی کرتا تھا۔ جہاں اکٹھا کرنے کے لئے ٹیکس نہیں تھے ، قطعیت حد سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

جدید مشرق وسطیٰ

مشرق وسطیٰ کی جدید تاریخ ، خطے کے بیشتر مورخین کے منظور کردہ کنونشن کے مطابق ، 1798 میں شروع ہوتی ہے ، جب فرانسیسی انقلاب ، جنرل نپولین بوناپارٹ اور اس کی مہم کے افراد کے ساتھ ، مصر پہنچا ، اور پہلی بار اس کا نشانہ بنایا گیا۔ مغربی طاقت کی حکمرانی اور مغربی رویوں

اور نظریات کا براہ راست اثر کرنے کے لئے اسلام کا ایک مرکز۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فرانسیسی قبضے کے اس پہلو کو فوری طور پر استنبول میں دیکھا گیا ، جہاں سلطان ، مصر کے سرزمین کی حیثیت سے ، اپنے موضوعات پر ان خیالات کے مضحکہ خیز اثر سے بہت زیادہ فکر مند تھا۔ لہذا ایک اعلان تیار کیا گیا اور ترکی اور عربی میں عثمانیہ کے تمام ممالک میں تقسیم کیا گیا ، جس سے انقلابی کے عقائد کی تردید ہوئی۔

جدیدیت سلطان حمید دوم

جدید کاری کا بنیادی مقصد فوجی تھا۔ شکست نے یہ بات انتہائی قدامت پسندی سے ہچکچاہٹ پر بھی واضح کر دی تھی کہ کچھ غلط تھا اور اسے درست کرنے کی ضرورت ہے ، اور سلطان اور اس کے مشیروں نے ایک نئی فوج بنانے کے لئے کام کرنے کا ارادہ کیا۔ 1830۔ یقیناً اس کا مطلب تھا ، ایک نئی آفیسر کور ، جس میں نئی تربیت اور نئے ہتھیار شامل ہیں ، اور اس انفراسٹرکچر کی جو اس فوج کی مدد ، تربیت ، سازوسامان اور منتقل کرنے کے لئے درکار تھا۔

تاریخ

قرون وسطیٰ اسلام ایک انتہائی تاریخی ذہن رکھنے والا معاشرہ تھا ، اور اس نے ایک وسیع ، متمول اور متنوع تاریخی ادب تیار کیا تھا۔ لیکن قرون وسطیٰ کے مسلمان غیر مسلم تاریخ میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے ، اور نہ ہی قبل از

مسلم تاریخ میں قرآن مجید کے تاریخی حوالوں پر کچھ محدود توجہ کے علاوہ۔ منگول کی فتح تک ، ان کے پاس ایشیا ، افریقہ اور یورپ میں اپنے ہمسایہ ممالک کے بارے میں عملی طور پر کچھ نہیں کہنا تھا ، اور یہاں تک کہ ان کے اپنے کافر باپ دادا کے بارے میں بھی بہت کم ہے۔ وسیع منگول سلطنت میں اسلامی سرزمینوں کو شامل کرنے سے دوسری تہذیبوں کے بارے میں کچھ آگاہی ملی ، لیکن اس کا اثر و رسوخ محدود تھا۔ عثمانی ترک نے اپنے ہمسایہ ممالک کی تاریخ میں ہلکی سی دلچسپی ظاہر کی۔

پہلا ترک پرنٹنگ پریس ، جو اٹھارہویں صدی کے پہلے نصف میں استنبول میں پروان چڑھا ، تمام 17 کتابوں میں چھپی ، جس میں سے ایک خاص تعداد تاریخ کی کتابیں تھیں۔

انیسویں صدی نے مغربی زبانوں سے ترکی اور مصر میں ترکی ، پھر مصر اور شام میں عربی میں ، آخر کار فارس اور ہندوستان میں فارسی میں ترجمہ کرنے میں خاصی ترقی کی۔ البتہ مصر ایک عربی بولنے والا ملک ہے ، لیکن اس کا جدید ترین حکمران ، محمد ال پاشا (حکومت کرتا ہے)

(1805–1848) ، البانی نژاد کا ایک عثمانی تھا ، اور وہ اور اس کے اعلیٰ فوجی اور دوسرے عہدے دار سبھی ترک زبان بولنے والے تھے۔ انہوں نے بلقیہ میں جو پرنٹنگ پریس قائم کیا ، اس نے ترکی اور عربی دونوں میں یورپی کتابوں کے چھپی ہوئی ترجمے کی پہلی اہم سیریز شائع کی۔ 1822 سے 1842 کے درمیان ، قاہرہ میں 243 کتابیں چھاپیں گئیں ، ان

کی اکثریت ترجمے کی تھی ، ان میں نصف سے زیادہ ترک زبان میں تھی۔

تاریخ کا مطلب بنیادی طور پر سیاسی اور عسکری تاریخ ہے ، اس کا بیشتر حصہ سوانح حیات کی شکل میں ہے۔ اس میں کوئی بڑی دلچسپی نہیں تھی ، اور نہ ہی کسی اور چیز میں۔ مشرق وسطیٰ کے قارئین مثال کے طور پر عثمانی خارجہ پالیسی کے انعقاد سے واضح مطابقت پانے کے باوجود تجدید کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اور اصلاحات سے بھی انمول قدر نہیں رکھتے تھے۔

یہودیوں ، بعد میں یونانیوں اور آرمینیائی باشندوں کو اپنی زبان اور اسکرپٹ میں چھاپنے کی اجازت تھی لیکن عربی رسم الخط میں پرنٹ کرنے پر سختی سے منع کیا گیا تھا۔ اس وقت جو دلیل پیش کی گئی تھی وہ یہ تھی کہ اسکرپٹ ہونے کی وجہ سے قرآن مجید لکھا گیا تھا ، وہ مقدس تھا ، لہذا اس کی طباعت اس طرح کی بے حرمتی ہوگی۔ دوسرا ممکنہ عنصر خطاطی کے گروہ کی ذاتی مفاد تھا۔

فارسی طباعت کی ترقی نے ایران کی ثقافتی تاریخ کو متنوع اثرات کو واضح طور پر دکھایا ہے۔ تیرہویں صدی کے اوائل میں ہی منگول حکمرانوں نے ووڈ بلاک کی طباعت ایران میں متعارف کروائی تھی ، جو کاغذی رقم پرنٹ کرنے کے لئے چینی طرز کے استعمال کرتے تھے۔ اس کو قبول کرنے سے انکار کرنے پر سزائے موت کے خطرہ کے باوجود عوام کی بڑی تعداد کا کاغذی پیسوں سے کوئی لینا دینا نہیں تھا اور اس

کوشش کو ترک کر دیا گیا۔ فارسی زبان میں چھپی پہلی کتاب غالباً probably یہودی - فارسی پینٹاٹیک تھی ، عبرانی زبان میں۔

پرنٹنگ پریس: 3 صدیوں کی تاخیر

اس عمل پر ایک دلچسپ تبصرہ کامل اتاترک نے 5 نومبر 1925 کو انقرہ میں نئے لاء اسکول کے افتتاح کے موقع پر اپنے خطاب میں کیا تھا: "1453 کی ترک فتح ، قسطنطنیہ کی فتح ، اور اس کے راستے میں اس کی جگہ کے بارے میں سوچئے؟ عالمی تاریخ کا اسی طاقت اور طاقت نے ، جس نے پوری دنیا کی بے حرمتی کرتے ہوئے ، استنبول کو ہمیشہ کے لئے ترک عوام کی ملکیت بنا دیا ، قانون کے مردوں کی بدانتظامی مزاحمت پر قابو پانے کے لئے اور ترکی میں پرنٹنگ پریس حاصل کرنے کے لئے بہت کمزور تھا۔ تقریباً ایک ہی وقت میں ایجاد کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ قدیم قوانین اور ان کے بہتہ خور ہمارے ملک میں طباعت کے داخلے کی اجازت دیتے ، اس سے قبل تین صدیوں کے مشاہدے اور ہچکچاہٹ کی ضرورت تھی ، اس کے خلاف اور اس کے خلاف خرچ اور کوشش کی گئی۔"

مترجم

کسی ترجمے کے لئے مترجم کی ضرورت ہوتی ہے ، اور مترجم کو دونوں زبانیں ، وہ زبان جس سے وہ ترجمہ کر رہا ہے اور جس زبان میں وہ ترجمہ کر رہا ہے اسے جاننا ہوتا

ہے۔ نسبتاً strange دیر تک مشرق وسطیٰ میں ایسا علم ، جیسے عجیب معلوم ہوتا ہے ، انتہائی کم تھا۔ بہت کم مسلمان تھے جو کسی بھی عیسائی زبان کو جانتے تھے۔ اسے غیر ضروری سمجھا جاتا تھا ، یہاں تک کہ کسی حد تک یہ سلوک بھی نہیں کیا جاتا تھا۔

تبادلے

قرون وسطیٰ کے یورپ نے اپنا مذہب مشرق وسطیٰ سے لیا ، کیونکہ جدید مشرق وسطیٰ نے اس کی سیاست کو یورپ سے لیا تھا۔ اور جس طرح کچھ یورپی باشندے بغیر مسیحیت پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے اسی طرح مشرق وسطیٰ کے کچھ شہریوں نے بھی آزادی کے بغیر جمہوریت تشکیل دی۔ انسانی تاریخ کے ہر دور میں ، جدیدیت ، یا کچھ مساوی اصطلاح سے غالب اور وسعت پذیر تہذیب کے طریقوں ، اصولوں اور معیاروں کا مطلب ہے۔

ہر غالب تہذیب نے اپنی جدیدیت کو اپنے عہد میں مسلط کر دیا ہے۔ ہیلینسٹک مملکتیں ، رومن سلطنت ، قرون وسطیٰ کے عیسائیت ، اور اسلام کے ساتھ ہندوستان اور چین کی قدیم تہذیبوں نے بھی ، اپنے شاہی محاذوں سے بہت دور اپنے وسیع اصول پر اپنے اثر و رسوخ کو پھیلا دیا۔ اسلام نے سب سے پہلے اس کی سمت میں اہم پیشرفت کی جس کو اسے اپنے آفاقی مشن کے طور پر سمجھا گیا تھا ، لیکن جدید مغربی تہذیب ہی سیارے کو قبول کرنے والی پہلی شخصیت ہے۔ آج کل ، جیسے ہی اتاترک نے تسلیم کیا ہے اور

ہندوستانی کمپیوٹر کے سائنس دانوں اور جاپانی ہائی ٹیک کمپنیوں کی تعریف کی گئی ہے ، غالب تہذیب مغربی ہے اور مغربی معیار جدیدیت کی تعریف کرتے ہیں

اس طرح کے الزامات کی اچھی وجوہات رہی ہیں۔ مغربی سیاسی تسلط ، معاشی دخول ، اور — سب سے لمبا ، گہرا ، اور سبھی کے سب سے زیادہ جعلی - ثقافتی اثر و رسوخ نے ، اس خطے کا چہرہ تبدیل کر دیا تھا اور اس کی عوام کی زندگی کو نئی سمتوں میں بدل دیا تھا ، نئی امیدوں اور خوف کو ہوا دی تھی ، اپنے اپنے ثقافتی ماضی میں مثال کے بغیر نئے خطرات اور نئی توقعات۔ لیکن اینگلو فرانسیسی وقفہ نسبتاً brief مختصر تھا اور نصف صدی قبل ختم ہوا تھا۔ بدترین بدلاؤ ان کی آمد سے بہت پہلے شروع ہوا اور ان کے جانے کے بعد بلا روک ٹوک جاری رہا۔ لامحالہ ، ولن کی حیثیت سے ان کے کردار کو مغرب کی قیادت کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ، ریاستہائے متحدہ نے بھی اپنے ہاتھ میں لیا۔ جرم کو امریکہ منتقل کرنے کی کوشش نے کافی حمایت حاصل کر لی ہے ، لیکن ایسی ہی وجوہات کی بناء پر کوئی قائل نہیں ہے۔ منگولوں کے حملوں کی طرح اینگلو فرانسیسی حکمرانی اور امریکی اثر و رسوخ مشرق وسطیٰ کی ریاستوں اور معاشروں کی اندرونی کمزوری کا نتیجہ تھے نہ کہ کوئی وجہ۔ کچھ مبصرین ، اس خطے کے اندر اور باہر دونوں ، سابق برطانوی ملکوں کی معاشی ترقی میں اختلافات کی نشاندہی کرتے ہیں example مثال کے طور پر ، مشرق وسطیٰ میں عدن اور سنگاپور اور ہانگ کانگ جیسی جگہوں

کے درمیان۔ یا مختلف سرزمین کے درمیان جو کبھی ہندوستان میں برطانوی سلطنت بنا ہوا تھا۔

اس بحث میں ایک اور یورپی شراکت یہودیت مخالف ہے ، اور جو بھی غلط کام ہوا ہے اس کے لئے "یہودیوں" کو مورد الزام ٹھہرانا ہے۔ روایتی اسلامی معاشروں میں یہودیوں کو معمول کی رکاوٹوں اور کبھی کبھار اقلیت کی حیثیت کی لاحق خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔ بیشتر اہم معاملات میں ، وہ سترہویں اور اٹھارویں صدی میں مغربی رواداری کے عروج اور پھیلاؤ تک ، عیسائی حکمرانی کے مقابلے میں ، مسلمان کے تحت بہتر تھے۔

غیر معمولی استثناء کے ساتھ ، جہاں یہودیوں کے مخالف دقیانوسی تصورات اسلامی روایت میں موجود تھے ، وہ مشکوک اور جنونی ہونے کی بجائے حقیر اور برخاست ہوتے تھے۔ اس سے 1948 کے واقعات مینڈیٹ کے فلسطین کے ملبے میں ریاست کے قیام سے روکنے میں پانچ عرب ریاستوں اور فوجوں کی ناکامی — یہ سب زیادہ حیرت کا باعث تھا۔ جیسا کہ اس وقت کے کچھ مصنفین نے مشاہدہ کیا ہے ، مغرب کی عظیم سامراجی طاقتوں کے ہاتھوں شکست کھا جانا کافی خراب تھا۔ یہودیوں کے ایک قابل تحسین گروہ کے ہاتھوں اسی قسمت کا سامنا کرنا ایک ناقابل برداشت ذلت تھا۔ شیطانی دشمنی اور یہودی کی شیطانی تصویر کو بطور ساز باز ، شیطان راکشس نے پُرسکون جواب دیا۔

مشرق وسطیٰ میں ابتدائی طور پر خاص طور پر سامی مخالف بیانات عیسائی اقلیتوں میں پائے گئے ، اور عام طور پر اس کا پتہ یورپی اصل میں بھی مل سکتا ہے۔ ان کا بہت کم اثر پڑا ،

اور اس وقت فرانس میں ڈریفس مقدمے کی مثال کے طور پر ، جب ایک یہودی افسر پر ناجائز طور پر الزام لگایا گیا تھا اور ایک معزز عدالت نے اس کی مذمت کی تھی تو ، مسلمان تبصرے عام طور پر مظلوم یہودی کو اس کے عیسائی استبدادی کے خلاف پسند کرتے تھے۔ لیکن یہ زہر بدستور پھیلتا ہی چلا گیا ، اور 1933 سے نازی جرمنی اور اس کی مختلف ایجنسیوں نے عرب دنیا میں یورپی انداز کے یہود دشمنی کو فروغ دینے اور پھیلانے کے لئے یکجا اور پوری کوشش کی۔ فلسطین کے لئے جدوجہد نے تاریخ کی انسداد اسیمتک تشریح کو قبول کرنے میں بڑی سہولت فراہم کی ، اور کچھ کو مشرق وسطیٰ میں اور در حقیقت دنیا میں خفیہ یہودی سازشوں پر تمام برائیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اس تشریح نے خطے میں عوامی گفتگو کا بیشتر حصہ ڈالا ہے ، بشمول تعلیم ، میڈیا ، اور تفریح بھی۔

یہودی جز کا ایک اور نظریہ ، خیالی تصور کی بجائے حقیقت پر مبنی ، زیادہ تعلیم دینے والا ہوسکتا ہے۔ جدید اسرائیلی ریاست اور معاشرے کو یہودیوں نے تعمیر کیا تھا جو عیسائی اور اسلام سے آئے تھے۔ یہ ، ایک طرف یورپ اور امریکہ سے ، دوسری طرف مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ سے۔ یہودیت ، یا اس سے زیادہ وسیع پیمانے پر یہودیت ، مکمل معنی میں ایک مذہب ہے **belief** ایک عقیدہ کا نظام اور معاشروں میں اقلیت کی حیثیت کی معمول کی رکاوٹیں اور کبھی کبھار خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔ بیشتر اہم معاملات میں ، وہ سترہویں اور اٹھارویں صدی میں مغربی رواداری کے

عروج اور پھیلاؤ تک ، عیسائی حکمرانی کے مقابلے میں ، مسلمان کے تحت بہتر تھے۔

غیر معمولی استثناء کے ساتھ ، جہاں یہودیوں کے مخالف دقیانوسی تصورات اسلامی روایت میں موجود تھے ، وہ مشکوک اور جنونی ہونے کی بجائے حقیر اور برخاست ہوتے تھے۔ اس سے 1948 کے واقعات مینڈیٹ کے فلسطین کے ملبے میں ریاست کے قیام سے روکنے میں پانچ عرب ریاستوں اور فوجوں کی ناکامی — یہ سب زیادہ حیرت کا باعث تھا۔ جیسا کہ اس وقت کے کچھ مصنفین نے مشاہدہ کیا ہے ، مغرب کی عظیم سامراجی طاقتوں کے ہاتھوں شکست کھا جانا کافی خراب تھا۔ یہودیوں کے ایک قابل تحسین گروہ کے ہاتھوں اسی قسمت کا سامنا کرنا ایک ناقابل برداشت ذلت تھا۔ شیطانی دشمنی اور یہودی کی شیطانی تصویر کو بطور ساز باز ، شیطان راکشس نے پُرسکون جواب دیا۔

مشرق وسطیٰ میں ابتدائی طور پر خاص طور پر سامی مخالف بیانات عیسائی اقلیتوں میں پائے گئے ، اور عام طور پر اس کا پتہ یورپی اصل میں بھی مل سکتا ہے۔ ان کا محدود اثر تھا ، اور امتحان کے وقت

جس طرح وہ اپنے ناخوش مضامین کے بڑھتے ہوئے غصے کو دوسرے ، بیرونی اہداف کے مقابلے میں دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لیکن مشرق وسطیٰ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لیئے ، یہ خود سے زیادہ تنقیدی نقطہ نظر کو راستہ فراہم کر رہا ہے۔ "ہمارے ساتھ یہ کس نے کیا؟" سوال صرف اعصابی تصورات اور سازشی نظریات کا باعث بنا ہے۔ دوسرا سوال - "ہم نے

کیا غلط کیا؟" - فطری طور پر ایک دوسرے سوال کی طرف راغب ہوا ہے: "ہم اسے کس طرح درست کہتے ہیں؟" اس سوال میں ، اور جو مختلف جوابات مل رہے ہیں ، ان کے لئے بہترین امیدیں جھوٹ ہیں۔ مستقبل۔ اگر مشرق وسطیٰ کے عوام اپنے موجودہ راستے پر چلتے ہیں تو خودکش حملہ آور پورے خطے کا استعارہ بن سکتا ہے ، اور نفرت اور لاحقیت ، غم و غصے اور غصے ، غربت اور جبر کے نشیب و فراز سے کوئی بچ نہیں سکے گا۔ کسی اور اجنبی تسلط میں جلد یا بدیر کا خاتمہ؛ شاید ایک نئے یورپ سے پرانے طریقوں کی طرف لوٹ رہے ہو ، شاید شورش زدہ روس سے ، شاید مشرق میں کسی نئی ، وسعت پذیر سپر پاور سے۔ اگر وہ شکایات اور ظلم و ستم کو ترک کر سکتے ہیں ، اپنے اختلافات کو طے کر سکتے ہیں اور مشترکہ تخلیقی کوشش میں اپنی صلاحیتوں ، توانائیوں اور وسائل میں شامل ہوسکتے ہیں تو وہ ایک بار پھر مشرق وسطیٰ کو جدید دور میں اسی طرح بنا سکتے ہیں جیسا کہ قدیم اور قرون وسطیٰ میں تھا۔ ، تہذیب کا ایک اہم مرکز۔ فی الحال ، انتخاب ان کی اپنی ہے۔

تلاش کے بعد

اس کتاب کا مرکزی خیال ستمبر 1999 میں ویانا میں انسٹیٹیوٹ فر ڈائی ویسینسیفٹن ووم مینسین میں دیئے گئے تین عوامی لیکچروں کا ایک سلسلہ تھا اور 2001 میں ان کے جرمن ترجمے میں کلچر اور ماڈرنیسیروننگ ام نہیں آسٹن کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ ویانا لیکچرز ، بڑے پیمانے پر دوبارہ مرتب کریں اور دوبارہ لکھے گئے ، ابواب 1 of 3 کی بنیاد

تشکیل دیں۔ بعد کے ابواب میں دوسری پچھلی اشاعتوں کے حوالہ جات شامل ہیں: ریویو ڈی میٹا فزیکس ، 1995 میں شائع ہونے والا ایک مضمون ، اور تین شراکتیں — پہلا بین الاقوامی کانگریس برائے تاریخی علوم ، میٹرڈ (1992) ، دوسرا اور تیسرا اسٹراسبرگ میں منعقدہ کالوکیہ (1980)) اور کیسٹل گینڈولو (1998)۔ تینوں ہی ان ملاقاتوں کی کارروائی میں شائع ہوئے تھے۔ میرا شکریہ ان مختلف واقعات کے منتظمین کی وجہ سے ہے جس نے مجھے اپنے خیالات مرتب کرنے اور انہیں باخبر سامعین کے سامنے رکھنے کا موقع فراہم کیا۔ میں بہت ساری تعمیری تجاویز کے لئے اپنی ایڈیٹر محترمہ سوسن فربر کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ تحقیق اور نمائش کے عمل میں مختلف قسم کی مدد کے ل Prince ، اور ، ایک بار پھر ، میری اسسٹنٹ محترمہ ، ایناماری سریمنارو کو ، اس دیکھ بھال اور مہارت کے لئے ، جس نے اس سے میری نسخہ پیش کیا ، اس کے لئے ، پرنسٹن میں ایک فارغ التحصیل طالب علم ، مسٹر الی الشیش کو۔ حتمی شائع شدہ ورژن میں پہلا مسودہ۔ برنارڈ لیوس

Videos:

1. <https://youtu.be/QA0GN7jGHJg>
2. <https://youtu.be/rh0Q0BDhGrA>

متعلقہ مزید کتب و مضامین

9. [Quranic Odyssey: Reflections](#) ماضی تا حال - قرآنی سفر کے مظاہر
10. What went wrong? <https://bit.ly/WhatWentWrong-Pdf>
Full Book: <https://archive.org/details/whatwentwrongwes00lewi>
11. [Bernard Lewis, Zionists and Western Plans to Carve up the Middle East and Pakistan. How to Counter these Plans?:](#) <https://SalaamOne.com/bernard-lewis-plan>
12. [The Greater Israel: Oded Yinon Plan. How to Counter it?](#)
13. [Muslim Downfall](#) امت مسلمہ مسلسل زوال پزیر کیوں؟
14. [Rise and fall of Nations Law of Quran](#) قرآن کا قانون عروج و زوال اقوام
15. [The Christian Zionism](#)
16. [بین القوامی سازشوں ، جنگوں اور فساد کی جڑ - صیہونی مسیحیت](#)